رجسٹرڈ نمبر اے ۳۲۲۳

علمی، ادبی، اقتصادی، تاریخی، سیاسی، اردو، عربی

ماہنامہ

قائد

مراد آباد

مدیر مسئول

محی الدین اختر اسلام

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) حکیم انظار احمد فیل خانہ مراد آباد

قائد التحریر

سید محمد میاں

سالانہ سفید کاغذ گلیز ؁ سفید کاغذ رف ؁

ششماہی " " ؁ " ۱۲ر

برقی پریس ساہو کمپنی مراد آباد

فی پرچہ ۳

نمونہ مفت

معجز نما ترجمہ اور تفسیر

جس کو دور حاضر کے علماء نے بالاتفاق بہتر اور سب سے زیادہ عام فہم قرار دیا ہے

سیدنا شیخ الہند اول حضرت مولینا محمود الحسن صاحب قدس اللہ سرہ اسیر مالٹا کا ترجمہ ہے جس کے حاشیہ پر سورۂ بقرہ اور سورہ نساء کی تفسیر حضرت موصوف کی جانب سے اور باقی تمام قرآن پاک کی تفسیر حضرت علامہ مولینا شبیر احمد صاحب عثمانی صدر مہتمم دار العلوم دیوبند کی تحریر فرمودہ ہے جو اپنی سلاست، سہولت، دلچسپی اور استناد میں تمام مروجہ تفاسیر سے بہتر مانی گئی ہے۔ جس کو مدینہ پریس نے بار بار طبع کرایا اور ہاتھوں ہاتھ ہدیہ ہو گیا۔ اس مرتبہ عکسی بلاک کے ذریعہ نہایت آب و تاب سے طبع کرایا ہے

صرف ایک قرآن شریف خرید کر ـــــــ آپ تین فائدے حاصل کیجئے

(۱) تلاوت کیلئے بہترین قرآن پاک جو نہایت صاف، دیدہ زیب، نظر فریب ہے۔

(۲) ترجمہ تحت اللفظ مطالعہ کرتے رہیئے اور عربی الفاظ کے نہایت عام فہم اور مستند معنی معلوم کرتے رہیئے

(۳) حاشیہ پر تفسیر ملاحظہ فرمایئے اور عام فہم تفسیروں سے بے نیاز ہو جایئے

حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن پاک بیش بہا دولت ہے اگر آپ اپنے پاس رکھیں تو بیش بہا خزانہ ہے لخت جگر کو جہیز میں دیں تو بہترین انعام ہے۔ کسی دوست کو ہدیہ دیں تو بہترین تحفہ ہے

رعایتی ہدیہ ۲۰ ربیع الاول تک مجلد للعہ غیر مجلد للعہ علاوہ محصول ڈاک

حمائل شریف عکسی مترجم

مذکورہ بالا ترجمہ اور حواشی اور مذکورۂ بالا خوبیوں کے ساتھ ساتھ حمائل شریف بھی طبع کرائی گئی ہے۔ رعایتی ہدیہ ۲۰ ربیع الاول تک مجلد قسم اول ﷲ قسم دوم سے، محصول ڈاک ہدیہ کے علاوہ ہو گا جس کی تفصیل یہ ہے، قرآن شریف مجلد عہ غیر مجلد عہ حمائل شریف عہ غیر مجلد ۱۲ر

تفسیر بیان القرآن

حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب کی مشہور تفسیر ہے اصل ہدیہ عہ رعایتی عہ علاوہ محصول

ملنے کا پتہ

کتب خانہ فخریہ امروہیہ گیٹ مراد آباد

دریائے علم و ادب کا درِ شاہوار - یعنی

نفحۃ العرب

مصنفہ استاذ العرب والعجم حضرۃ الادیب العلامہ الحاج مولٰنا محمد اعزاز علی صاحب شیخ الفقہ و استاذ الادب دار العلوم دیوبند

تازہ اور دلچسپ ترتیب۔ نثر اور نظم کے بیش بہا جدید اضافوں کے ساتھ چھپکر تیار ہو گئی

عربی مدارس کے ابتدائی درجات میں نفحۃ الیمن پڑھائی جاتی تھی جو ادبی حیثیت سے جو درجہ رکھتی ہو۔ اخلاقی اور معاشی حیثیت سے یقیناً اس قابل نہیں تھی کہ نوخیزان تعلیم کو اس کا درس دیا جائے۔

سلاطین اسلام اور سابق مسلمانوں کے متعلق ایسے افسانوں سے یہ کتاب پر ہے جنکو پڑھاتے ہوئے حیا دامنگیر ہوتی ہے ــــ ضرورت تھی کہ ایسی کتاب مرتب کی جائے جو ادبی اعتبار سے معیاری شاہکار ہوتے ہوئے ایسے واقعات اور تاریخ کے وہ روشن موتی اور ایسی پر مغز اور بصیرت افروز نصیحتیں اور امثال پیش کرے جو ابتدائی متعلمین کے دماغی اور اخلاقی ارتقا کے لئے بہترین لائحہ ہو سکیں۔

الحمد للہ کہ سیدنا العلامہ حضرت الاستاذ مولانا محمد اعزاز علی صاحب مدظلہ العالی کی توجہ نے اس اہم ضرورت کو پورا فرما دیا۔ **نفحۃ العرب** حضرت موصوف کی تازہ تصنیف ہے جو ابتدائی درجات کے لئے بہترین علمی تاریخی اخلاقی ذخیرہ ہے۔ جس نے نفحۃ الیمن اور اس جیسی بوسیدہ کتابوں کی ضرورت کو قطعاً ختم کر دیا۔

کتاب کی عظمت شان کے لئے حضرت مصنف مدظلہ العالی کا نام نامی کافی ہے اور اس کی عام مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ پہلا ایڈیشن باوجودیکہ موجودہ ترتیب کی دلچسپی اپنے اندر نہ رکھتا تھا، تاہم چند ماہ میں ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گیا۔ دار العلوم دیوبند اور دیگر مدارس عربیہ میں داخل درس کر لیا گیا۔ اس مرتبہ حضرت مصنف نے حکایتوں کی ترتیب کو بہت زیادہ دلچسپ کر دیا ہے۔ خاص اضافوں سے کتاب کی عظمت دوبالا فرما دی ہے کتب خانہ فخریہ مراد آباد نے خاص اہتمام کے ساتھ عمدہ کاغذ پر طبع کرایا ہے۔ جدید اضافوں کے باوجود قیمت وہی ۱۲؍ جلد طلب فرمایئے ورنہ تیسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا۔ مدارس عربی کے لئے خاص رعایت۔ ملنے کا پتہ کتب خانہ فخریہ امروہہ گیٹ۔ مراد آباد

استاذ العرب والعجم مرجع العلوم والعلماء شیخ الہند حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدظلہ العالی شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند کے ارشادات گرامی

میں نے نفحۃ العرب کا مطالعہ کیا۔ یہ کتاب جناب مولانا الحاج محمد اعزاز علی صاحب شیخ الادب والفقہ دار العلوم دیوبند کی جدید تالیف ہے جس کو دار التالیف والاشاعت مراد آباد نے بسعی تمام طبع و شائع کرایا ہے۔ درحقیقت دار التالیف کا ایک مبارک اور مستحسن اقدام ہے۔ ادب عربی کے ابتدائی و متوسط درجے کے لئے آج تک کوئی ایسی کتاب موجود نہ تھی جس میں ادبی محاسن کے ساتھ اخلاقی، اصلاحی اور تاریخی حیثیت کا بھی لحاظ رکھا گیا ہو۔ اس کتاب میں ان مواد کے جمع کرنے میں مؤلف نے اپنے جس حسن انتخاب کا ثبوت دیا ہے وہ ادبی نصاب کی عام کوتاہیوں کے مقابلہ میں قابل صد تحسین و تہنیت ہے۔ سیرۃ نبویہ علیہ التحیۃ والتسلیم و سیرۃ صحابہ کرام (عشرہ مبشرہ) وغیرہا کے مبارک عنوانات میں ادبی قابلیت پیدا کرنے کے ساتھ پاکیزہ اخلاق، بلند معیار خصائل، اسلامی مذہبی جذبات کے محرک و داعی ہیں۔ میرے نزدیک ہندوستان کے کسی اسلامی و عربی مدرسہ کا اس کے درس سے خالی رہنا ایک مفید شیئ سے محروم رہنا اور اس کے تعلیمی نصاب میں کوتاہی کی دلیل ہے۔ لہٰذا مجھے امید ہے کہ دار العلوم دیوبند اور تمام مدارس اسلامیہ جلد سے جلد اس کتاب کو درس ادب کا جزو بنا کر اپنے نصاب کو بلند معیار پر لانیکی سعی کریں گے

ننگ اسلاف۔ حسین احمد غفرلہ (کتب خانہ فخریہ امروہیہ گیٹ مراد آباد سے طلب کریں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قیمت چندہ

سالانہ ایک روپیہ (عہ) ششماہی بارہ آنہ (۱۲؍)

نمونہ کا پرچہ

۲؍ کے ٹکٹ

ماہنامہ قائد مرادآباد

ترسیل زر کا پتہ (مولانا حکیم) انظار احمد مدیر انتظامی فیلخانہ مرادآباد

جلد ۲ بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ ہجری نمبر ۳

فہرست مضامین

شذرات

اساس انقلاب اور مراقبہ نمبر ماہ ذی الحجہ کے رسالہ میں تحریر کردیا گیا تھا کہ سالگرہ نمبر میں اساس انقلاب شائع کیا جائے گا۔ لیکن اُس کے بعد اراکین ادارہ قائد کی رائے نے ہماری موافقت نہ کی۔ اور یہی رائے غالب رہی کہ ایک طویل مضمون خواہ کتنا ہی قیمتی کیوں نہو اس رنگینی اور تنوع کو پورا نہیں کرسکتا جو سالگرہ نمبر کے لئے ضروری سمجھ لیا گیا ہے۔ بہرحال نا تمام مباحث شائع کر کے اساس انقلاب کی اشاعت کو مستقل کتاب کی شکل میں طباعت کے لئے موقوف کردیا۔ اور پھر سالگرہ نمبر کی کتابت کے بعد فوراً ہی اساس انقلاب کی کتابت نہایت موزوں اور خوبصورت سائز پر شروع کردی گئی۔ جو بفضلہ تعالیٰ پوری ہوگئی۔ اور جب تک یہ ناظرین کرام کے ہاتھوں میں پہنچیگا امید ہے کہ یہ کتاب چھپکر تیار ہوجائے گی۔ کتاب کی ضخامت ۲۰×۳۰/۱۶ کے ۱۸۰ صفحات ہوگی۔

تجارتی اصول کے لحاظ سے کتاب کی قیمت ۱۲ر ہونی چاہیئے۔ مگر چونکہ زیادہ سے زیادہ اشاعت مقصود ہے لہذا صرف ۸ر عام قیمت رکھی جائے گی۔ اور جو صاحب یکمشت ۸ نسخے خریدیں گے اُن کو ۶ر فی نسخہ دی جائیگی۔ یعنی ۸ نسخے مبلغ تین روپیہ محصول ڈاک بذمہ خریدار

حضرت مولانا محمد میاں صاحب انصاری عرف منصور انصاری کتاب مذکور کے مصنف ہیں

حضرت موصوف کے اسم گرامی سے ہندوستان کے علماء ضرور واقف ہیں۔ آپ سیدنا شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز کے ان جانباز رفقاء میں سے ہیں جو حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھی کی طرح جلاوطن کئے گئے۔ اور آج جبکہ حضرت سندھی بفضلہ تعالیٰ وطن مالوف واپس تشریف لاچکے ہیں، آپ ابھی تک کابل میں جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ قرآن پاک کا مطالعہ اور حکومت الٰہی کی تدوین آپ کا مشغلہ ہے۔ حکومت الٰہی کے مبلغ کی حیثیت سے آپ اپنا تعارف کراتے ہیں اور یہی خدمت آپ کا مقدس مشغلہ ہے۔ حضرت موصوف کی سیاسی اور ملی خدمات ہمارے تذکرے سے بہت بالا ہیں۔ آپ کی خاندانی عظمت کے لئے یہ بتادینا کافی ہے کہ آپ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس اللہ سرہٗ العزیز بانی دارالعلوم دیوبند کے

حقیقی نواسہ ہیں-آپ کے والد ماجد حضرت مولانا عبداللہ صاحب انبیٹھوی- ایک مقدس بزرگ تھے جنہوں نے ہندوستان کے بجائے مکہ معظمہ کو اقامت گاہ بنایا- اور اُسی پاک سرزمین کو ہمیشہ کے لئے خوابگاہ بنالیا-

"اساس انقلاب" آپ کے وسیع مطالعہ عمیق نظر اور اسلامی علوم میں گہرے غور وخوض کا ایک نمونہ ہے-جو اسلام اور مبادیات اسلام کا ایک ایسا سیاسی فلسفہ دنیا کے سامنے پیش کر رہا ہے جس کو مسلمان صدیوں سے فراموش کر چکے تھے-اور اس فراموشی کے باعث وہ موجودہ ذلت کی پست ترین حالت میں پہنچے-

نسوا اللہ فانساھم انفسھم

علماء ملت جو قوم اور ملت کی بہبودی کے عاشق ہیں اُن کا پہلا فرض ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں اور اس کی تعلیم کو اپنی زندگی کا لائحہ عمل- اور اپنی جد وجہد کا محور قرار دیں-

آج حضرت موصوف کی دوسری تصنیف کا ترجمہ شائع کیا جارہا ہے-جو اساس انقلاب کی اہمیت ناظرین کے ذہن نشیں کر دیگا-

علماء ہند کی شاندار ماضی یہ کتاب بلاشبہ- اپنے موضوع پر قطعًا نئی اور نہایت مستند ہے جو ہزار صفحات کے عرق ریز مطالعہ کے بعد مرتب کی گئی-اس کے متعلق اشتہارات عرصہ سے شائع ہورہے ہیں کوشش کی جارہی ہے کہ جمعیۃ مرکزیہ علماء ہند کے اجلاس مراد آباد سے پیشتر یہ کتاب تیار ہوجائے- سردست یہ رعایت کی جارہی ہے کہ جو صاحب اپنا اسم گرامی خریداروں میں لکھا دیں گے اُن سے محصول ڈاک نہ لیا جائے گا- محض کتاب کی قیمت کا وی-پی کیا جائیگا-

---

آئندہ رسالہ وقت ہے کہ خوشخبری دیدی جائے کہ رحمۃ للعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) اور سیاسی انقلاب- یا اسلام اور سوشلزم کے عنوان سے مولانا محمد میاں صاحب قائد التحریر رسالہ قائد کا جو مضمون سالگرہ نمبر میں شائع ہوا تھا اُس کا بیش بہا اور قیمتی حصہ جو اس وقت مکمل نہ ہوسکا تھا وہ انشاء اللہ آئندہ رسالہ کی اشاعت تک مکمل ہو جائیگا اور ماہ ربیع الثانی کے رسالہ میں وہ تمام ورنہ بیشتر حصہ ضرور شائع کیا جائیگا-

ایک بہترین مثال مسلمانوں کی موجودہ پستی کا بڑا سبب یہ تھا کہ صاحب استطاعت مسلمانوں نے عربی تعلیم سے منھ موڑ لیا- غریب اور نادار علوم عربیہ کی تعلیم کے لئے حاضر ہو سکے- اونچا طبقہ اُنکو

حقیر سمجھتا رہا۔ اور تحقیر کا یہ سلسلہ یہاں تک بڑھا کہ مذہب بھی حقیر سمجھا جانے لگا (معاذ اللہ) پھر فارغ التحصیل نوجوانوں نے بھی یہی خیال کیا کہ صرف پڑھانا یا وعظ گوئی ہی انکا پیشہ ہے۔ اُس کے سوا اور کوئی ذریعہ معاش اجتہاد نہیں کیا گیا۔

مگر تاہم کچھ مثالیں ایسی بھی ہیں جو عام مذاق سے سنگتے رہیں۔ ان میں ہم اپنے کرمفرما دوست مولانا مظفر الدین صاحب کا اسم گرامی خصوصیت سے مسرت اور فخر کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں آپ نے نہایت ستعدی سے علوم اسلامیہ دار العلوم دیوبند میں حاصل کئے۔ آپ نے اسی اثنا میں گھڑی سازی کی مشق پوری کرلی اور پھر فراغت کے بعد آپ نے اپنے علوم کو اصلاح باطن کا ذریعہ بنایا اور کسب معاش کے لئے آپ نے گھڑی کی تجارت شروع کی۔ اب آپ بفضلہ تعالیٰ صالح نوجوان، عالم باعمل اور دیانتدار تاجر ہیں۔ اور جس طرح اپنے تقوی اور طہارت میں آپ ممتاز ہیں۔ اسی طرح تجارتی معاملات میں بھی آپ کی دیانت اور صداقت خاص سیرت رکھتی ہے۔ مون واچ کمپنی مراد آباد کا اشتہار آپنے سالگرہ نمبر میں بھی ملاحظہ فرمایا ہوگا۔

یہ کمپنی آپ ہی کی ہے۔ جو ہر قسم کی بہترین گھڑیوں کی تجارت میں خاص شہرت کی مالک ہے۔ ہم اپنے احباب کو بھی مشورہ دیں کہ وہ اس کمپنی سے گھڑی خریدیں۔ وہ ہر قسم کے نقصان اور دھوکے سے محفوظ رہیں گے اور نہایت قابل اعتماد چیز اُن کے پاس پہنچیگی۔

قتل وبند گزشتہ ماہ میں مولوی مظہر الدین صاحب کے قتل کا دردناک اور وحشتناک واقعہ۔ تاریخ کا ایک بدترین واقعہ ہے جو رونما ہوا۔ قتل خواہ کسی وجہ سے بھی ہو۔ نہایت ہی قابل نفرت فعل تھا جس کا ارتکاب کیا گیا۔

یہ قتل کیوں ہوا۔ یہ ذاتی کشیدگی کا نتیجہ تھا۔ یا تحریک کا تاثر تھا۔ یا کسی منظم سازش کے ماتحت ہوا۔ اس کی تحقیق وتفتیش دہلی کی پولیس کا مشغلہ ہے

بہر حال ہمیں اس دردناک حادثہ کا بہت زیادہ افسوس ہے اور مرحوم کے پسماندگان سے دلی ہمدردی۔ اس قتل سے زیادہ ملی اور قومی مفاد کے لئے مہلک شکل وہ ہے جو اس حادثہ کے بعد اختیار کی گئی۔ کہ اس واقعہ کو جمعیتہ علماء ہند کے سر تھوپا جائے۔

اور اس سلسلہ میں نہایت تکلیف دہ وہ واقعہ ہے، جو مولانا قطب الدین عبد الوالی کی گرفتاری سے رونما ہوا۔

افسوس ہے کہ مولانا موصوف خاص حلقہ کے خیالات سے اسقدر متاثر ہوئے کہ آپ نے جامع مسجد

دہلی کے عام جلسہ میں حضرت شیخ الہند مولانا حسین احمد صاحب - مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری - جیسے بزرگان ملت کو اس قتل کا مجرم قرار دیتے ہوئے اُن کے قتل کی ترغیب دی۔

ہمارے لئے مولانا کی یہ جلد بازی نہایت تکلیف دہ تھی۔

مولانا موصوف سے ہمارے ذاتی مراسم بھی ہیں اور جہاں تک مولانا کی ذات سے تعارف ہے ہم مولانا کو نہایت سنجیدہ اور متین ہی یقین کرتے ہیں - مولانا کی تقریر اخبار میں پڑھکر بہت ہی زیادہ تعجب ہوتا رہا - اور دل باور کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوا کہ مولانا موصوف نے واقعی یہ تقریر کی ہوگی - اُس کے بعد اگلے روز اخبارات میں پڑھا کہ مولانا گرفتار کئے گئے اور ہتھکڑی لگا کر آپ جیل خانہ بیجا یا گیا۔

یہ خبر ہمارے لئے اُس سے بھی زیادہ تکلیف دہ تھی - بہر حال یہ سب واقعات پے در پے وقوع پذیر ہوئے جو ہمارے لئے روحانی کوفت کا سامان بنے رہے اور قوم کی بدقسمتی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے لاتے رہے - انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ

ایک کرمفرما کی رائے عالی سالگرہ نمبر میں رسالہ کی مالیات پر بحث کرتے ہوئے ذکر کیا گیا تھا کہ گذشتہ سال رسالہ نے آٹھ سو روپیہ کا نقصان برداشت کیا اور اگر رسالہ کے قدرافزا حضرات نے توجہ نہ فرمائی تو خطرہ ہے کہ اس سال پانسو روپیہ کا مزید خسارہ برداشت کرنا پڑے گا۔

ہمارے محترم مولانا حامد اللہ میاں صاحب - انصاری - اس خبر سے بہت زیادہ متاثر ہوئے - آپ کو ابتداہی سے رسالہ سے بہت زیادہ ہمدردی ہے - آپ علی گڈھ کالج میں ایف اے کی تعلیم پا رہے ہیں۔

اور چونکہ آپ حضرت مولانا محمد میاں صاحب منصور انصاری مدظلہ العالی کے حقیقی برادرزادہ ہیں - اس لئے ایثار اور خلوص آپ کا خاندانی اور فطری جوہر ہے - آپ ہی کے ذریعہ سے رسالہ کو حضرت علامہ محمد میاں صاحب منصور انصاری کی تالیفات کی اشاعت کا شرف حاصل ہوا ہے۔

آپ نے تجویز پیش کی کہ ایسے ہمدرد اور معاون پیدا کئے جائیں جو رسالہ کو دس دس روپیہ عنایت فرمائیں اور آپ نے اپنا اسم گرامی سب سے پہلے پیش فرمایا۔

بیشک مولانا کی تجویز موجب صد تحسین اور مستحق صد شکریہ ہے۔

اور چونکہ رسالہ کسی ایک شخص کی ملک نہیں - لہٰذا کسی ایک شخص کو اس قسم کی امداد کے انکار کا حق بھی نہیں - اور نہ اس قسم کی امداد کسی ایک شخص کی ملک ہو سکتی ہے۔

بلکہ وہ رسالہ کے فنڈ میں داخل ہو گی۔

مگر ہمیں اس خیال کے اظہار کا ضرور حق ہے کہ اس قسم کی وقتی امدادیں وقتی طور پر خسارہ کی تلافی کر سکتی ہیں۔ مستقل طور پر ترقی کی وہی صورت ہے۔ جس کا تذکرہ سالگرہ نمبر میں کیا گیا تھا۔ اور ہمدردان رسالہ کی توجہات حاصل کرنے کے لئے مکرر عرض ہے کہ

(۱) رسالہ کے ہر ایک خریدار صاحب اپنا فرض تصور فرمالیں کہ اس سال کے بارہ ماہ میں کم از کم پانچ خریدار ضرور مہیا فرمادیں گے۔

(۲) رسالہ کے لئے اشتہارات عنایت فرمائیں جس کی اجرت کے متعلق خط و کتابت سے معاملہ طے فرمالیں۔ معاوضہ نہایت مناسب ہوگا اور محض واجبی۔

(۳) یہ طے فرمالیں کہ اپنی ضرورت کی کتابیں کتب خانہ فخریہ امروہیہ گیٹ مراد آباد سے طلب فرمادیں گے اور دار التالیف ... دالاشاعت مراد آباد کی مطبوعات کا خود بھی مطالعہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی ترغیب دیں۔

(۴) ہاں ایک شکل اور بھی ہے کہ اہل خیر صاحبان کچھ نادار طلبہ کی طرف سے رسالہ کا چندہ عنایت فرمائیں۔ ہمیں یقین ہے کہ علم دوست حضرات ان معروضات کی طرف ضرور توجہ فرمائیں گے اور رسالہ بہت جلد مشکلات کی خلیج کو عبور کر جائیگا۔ انشاء اللہ

الفوز الکبیر فی اصول التفسیر

مصنفہ حجۃ الاسلام سیدنا حضرت مولینا شاہ ولی اللہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز

قرآن پاک جان مسلم ہے۔ روح ایمان ہے۔ لیکن ہم اسکو کیسے سمجھیں جب ہم اصول تفسیر سے واقف نہیں حضرت شاہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی یہ تصنیف اگرچہ مختصر ہے مگر درحقیقت ایک کرامت ہے شاہ صاحب کی، معجزہ ہے قرآن کا دریا کو کوزہ میں بھر کر ہر طالب قرآن کو موقعہ دیا ہے کہ وہ کوزہ پی لے اور دریا بدامن ہو جائے۔ یہ کتاب فارسی میں تھی۔ ایک مصری عالم نے اس کا لطیف و دلچسپ عربی میں ترجمہ کیا۔ تقریبًا چار صفحہ کا ترجمہ حضرت علامہ الحاج مولانا اعزاز علی صاحب نے اضافہ فرمایا۔ سیدنا حضرت شیخ الہند مولانا حسین احمد صاحب مدظلہ العالی نے اسکو دارالعلوم دیوبند کے نصاب میں داخل کر دیا۔ اسطرح موتیوں کے اس خزانہ کو لٹا یا گیا۔ اگر آپ بھی حصہ لینا چاہتے ہیں تو ۸/ ہدیہ اور ۱/ محصول ڈاک کل ۹/ ارسال فرمادیں۔ یکمشت پانچ نسخوں کی قیمت ۲/ علاوہ محصول ڈاک۔ ملنے کا پتہ:۔

کتب خانہ فخریہ۔ امروہیہ گیٹ مراد آباد

امامِ انقلاب کا خیر مقدم

غلامی اور محکومی یا حکومت اور اقتدار کسی قوم کی وراثت اور ملکیت بنکر نہیں رہے۔ کل جو ملک ترقی کے آسمان کا تارا تھا آج وہ پستی کی زمین کا ادنیٰ ترین ذرہ ہے، کل جو ملک آزاد تھا آج وہ غلام ہے، کل جو حاکم تھا آج وہ محکوم ہے۔ یہ دستور کسی انسان کا بنایا ہوا نہیں بلکہ یہ فطرت کا نہ مٹنے والا قانون ہے دنیا کا ہر ایک انقلاب اسی دستور اور قانون کے ماتحت ہوتا ہے۔ وتلک الایام نداولہا بین الناس

جب ملک کی غلامی انتہا کو پہنچ جاتی ہے، آقایان ملک کی خود غرضی اور عیش پرستی غریبوں کا خون چوسنے لگتی ہے، کمزور اور عاجز انسانوں کے حقوق عیش و عشرت کے دیوتاؤں پر بھینٹ چڑھنے لگتے ہیں، ظلم و جبر۔ فاقہ اور افلاس کی گرم بازاری باشندگان ملک کی زندگی دوبھر کر دیتی ہے، تب صداقت پرست، دلیر اور بہادر نوجوانوں کے خون جوش مارتے ہیں۔ وہ چیرہ دست طاقت کے جبر و قہر اور اپنی ذلیل ترین زندگی سے اتنے تنگ ہو جاتے ہیں کہ زندگی جیسی متاع کو بھی موت کی قربانگاہ پر نثار کرنے لگتے ہیں۔ اسوقت قدرت خداوندی اپنے بندوں کو غلامی کی لعنت سے نجات دلانے کے لئے کوئی ذریعہ پیدا کر دیتی ہے، جو قوم کو قعر مذلت سے نکال کر بام عروج پر پہنچا دیتا ہے۔

واذا اردنا ان نہلک قریۃ امرنا مترفیہا ففسقوا فیہا فحق علیہما القول فدمرناہا تدمیرا

قدرت خداوندی } کا وہ پیدا کیا ہوا ذریعہ کیا ہے۔ وہ مظلوم اور مقہور قوم اور ملک میں ایک ذی بصیرت شخصیت ہے جو ملک کے باشندوں کے دکھ درد کو صحیح طور پر محسوس کرنے کے بعد عقل اور بصیرت کی روشنی میں اوسکے اصل سبب (غلامی) کو شناخت کر لیتی ہے۔ اور اسکے بعد اوس کی تمام توجہ اور جد و جہد اصل مرض کے ازالہ میں صرف ہوتی ہے اسی جد و جہد کا نام انقلاب ہے۔ اس انقلاب کے کرنے والے کو انقلابی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ فنا طاقتیں اوسکو تباہ و برباد کرنے کے لئے میدان میں نکلتی ہیں۔ مگر وہی باغی اور انقلابی چند ہی دن گزرنے کے بعد کمال، لینن، عصمت اور اسٹالن کے روپ میں نمودار ہوتا ہے، کیسا عجیب منظر ہوتا ہے کہ جسکو دنیا کل باغی اور سرکش کہکر قابل گردن زنی

سمجھتی تھی آج وہی دنیا اوسکو بادشاہ اور حاکم کہکر اس کی فرمانبرداری اور اطاعت کو اپنے لئے لازم سمجھتی ہے۔

بہرصورت انقلابات ہوتے رہتے ہیں۔ انقلابات کی قیادت اور رہنمائی کے لئے حیرت انگیز شخصیتیں بھی ہمیشہ ہر ملک میں پیدا ہوتی رہتی ہیں اور انھیں ایثار پیشہ حیرت انگیز شخصیتوں کی بدولت ذلیل وخوار قومیں دنیا کی نظروں میں سربلند اور سرخرو ہوتی رہتی ہیں۔

اس اظہار کی ضرورت نہیں کہ ہندوستان بھی دنیا کے بدنصیب ملکوں میں ایک ایسا بدنصیب ملک ہے جہاں کے باشندے سلاسل غلامی میں جکڑے ہوئے ہیں اور اپنی ڈیڑھ سو سالہ غلامی کی ذلیل ترین زندگی سے عاری اور تنگ آکر اپنی کھوئی ہوئی عزت اور وقار کو حاصل کرنے کے لئے انقلاب کی پرخطر وادی میں برابر آگے بڑھتے جارہے ہیں اور بڑی حد تک راستہ کی ہولناک منزلیں طے بھی کرچکے ہیں۔

آیئے آج ہم اس انقلابی قافلہ کے سب سے پہلے سردار اور اس منزل کا راستہ بتانے والے اولین رہنما کا پتہ بتائیں جس نے آج سے نصف صدی پیشتر اپنی قوم اور اپنے ملک کے صحیح دکھ درد کو محسوس کرکے ایسی بے اختیارانہ صدا بلند کی تھی کہ ساری قوم بستر خواب سے یکایک چونک اٹھی اور والہانہ طور پر انقلاب سے ہم آغوش ہونے لگی۔ جس نے ۲۵ سال اس صداقت مآب آواز کے بلند کرنے کی پاداش میں جلاوطنی اور غریب الوطنی کی سخت ترین سزا کو بھگتا۔ جس نے صرف اپنی قوم اور ملک کی خاطر اپنی جوانی کے بہترین لمحات کو بادیہ پیمائی اور صحرانوردی میں گذارا۔ اسکو ہم اپنی بے حسی کی وجہ سے فراموش کرسکتے ہیں مگر وہ مورخ جو آج ہندوستان کی تاریخ لکھ رہا ہے اسکو انقلابیوں کی اولین صف میں جگہ دیگا۔ اور ہندوستان کی آنے والی نسلیں اپنے اس محسن کی قربانیوں کے سامنے زانوئے عقیدت طے کرینگی

ہم چاہتے ہیں کہ ناظرین کو بتائیں کہ وہ کون ہے جس کی شخصیت اسقدر حیرت انگیز ہے۔

سنیئے وہ علامہ سندھی مدظلہٗ کی غیرمعمولی شخصیت ہے۔ جو ایک سکھ گھرانے کی بیوہ ماں کا تنہا سہارا تھا۔ خالق حقیقی نے اس یتیم اور معصوم کو ابتدائے آفرینش سے ہی ایسی سلیم فطرت ودیعت فرمائی تھی۔ اس کا ضمیر کمسنی ہی سے ایسا روشن تھا کہ اوسکی روح ضلالت اور گمراہی کو محسوس کرنے لگی تھی اور یہ کمسن بچہ اپنی روح کو ضلالت سے نکالنے کے لئے بے چین ہوگیا۔ اس نے اپنی مبارک عمر کو کس بلند ترین اور حیرت انگیز کارناموں میں صرف کیا۔ اون کی تفصیل بہت طویل ہے۔ خود

موصوف نے اپنی قلم سے اپنی سوانح مرتب فرمائی ہے جسکو "الجمعیۃ" کے شکریہ کے ساتھ درج ذیل کرتے ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے
کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

لاہور کے اخبارات میں میرے متعلق محبت آمیز مقالات شائع ہوئے ہیں۔ میں مقالہ نگار عزیزوں کی قدر کرتا ہوں لیکن میری شخصیت اور ابتدائی تعلیم اور عام حالات میں اسقدر فحش غلطیاں موجود ہیں کہ میں بدون شرم محسوس کئے پڑھ نہیں سکتا اسلئے تصحیح کے لئے چند واقعات مختصراً لکھنے پر مجبور ہوں۔ (کتبہ عبید اللہ سندھی دیوبندی)

میرا خاندان اور مولد میں ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں (چیانوالی) میں پیدا ہوا ہمارے خاندان کا اصلی پیشہ زرگری ہے۔ لیکن عرصہ سے ایک حصہ سرکاری ملازمت میں شامل ہو گیا، اور بعض افراد ساہوکارہ بھی کرتے رہے

میں عموماً حضرت سلمان فارسی کے اتباع میں اپنا نام عبید اللہ بن اسلام لکھا کرتا ہوں۔ مگر بعض عرب دوستوں کے اصرار سے والد کی طرف منسوب کر کے لکھنا پڑا تو عبید اللہ بن ابی عائشہ لکھا۔ میری بڑی ہمشیرہ کا نام "جیونی" تھا۔ میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ اگر کسی نے اس سے زیادہ تصریح کے لئے کہا تو عبید اللہ بن رام بن رائے لکھوں گا۔ میرے باپ دادا کا پورا نام رام سنگھ ولد جسپت رائے ولد گلاب رائے ہے کہتے ہیں کہ میرے دادا سکھ حکومت میں اپنے گاؤں کا کاردار تھا۔

پیدائش اور یتیمی میں بشب جمعہ قبل صبح ۱۲ محرم ۱۲۸۹ھ ۱۰ مارچ ۱۸۷۲ء میں پیدا ہوا میرا باپ چار ماہ پہلے فوت ہو چکا تھا۔ دو سال بعد دادا بھی مر گیا۔ تو میری والدہ مجھے ننھیال میں لے آئی۔ یہ ایک خالص سکھ خاندان تھا۔ میرے نانا کی ترغیب پر ہی میرا والد سکھ بنگیا تھا۔

میرے دو ماموں جام پور ضلع ڈیرہ غازی خاں میں پٹواری تھے۔ جب نانا فوت ہوا تو ہم انکے پاس چلے آئے۔ میری تعلیم ۱۸۷۸ء سے جام پور کے اردو مڈل اسکول میں شروع ہوئی۔ ۱۸۸۴ء میں مڈل کی تیسری جماعت میں پڑھتا تھا کہ اظہار اسلام کے لئے گھر چھوڑ دیا۔

اس دوران میں دو سال کے لئے میں ضلع سیالکوٹ میں رہا۔ اسلئے ایک سال اپنی جماعت سے پیچھے رہ گیا ورنہ اپنے اسکول میں شروع سے ممتاز طالب علم مانا جاتا تھا۔

مطالعہ اسلام ۱۸۸۴ء میں مجھے اسکول کے ایک آریہ سماجی لڑکے کے ہاتھ سے تحفۃ الہند ملی۔

میں اس کے مسلسل مطالعہ میں مصروف رہا۔ اور بالتدریج اسلام کی صداقت پر یقین بڑھتا گیا۔ ہمارے قریب کے پرائمری اسکول (کوٹلہ مغلان) سے چند ہندو دوست بھی مل گئے۔ جو میری طرح تحفۃ الہند کے گرویدہ تھے۔ اونھیں کے توسط سے مجھے مولانا محمد اسمٰعیل شہید کی "تقویۃ الایمان" ملی۔ اس کے مطالعہ پر اسلامی توحید اور ہر انگ شرک اچھی طرح سمجھ میں آگیا! اسکے بعد مولوی محمد صاحب لکھنوی کی کتاب احوال الآخرت پنجابی ایک مولوی صاحب سے ملی۔ اب میں نے نماز سیکھ لی۔ اور اپنا نام تحفۃ الہند کے مصنف کے نام پر عبید اللہ خود تجویز کیا۔

احوال الآخرۃ کا بار بار مطالعہ اور تحفۃ الہند کا وہ حصہ جسمیں نو مسلموں کے حالات لکھے ہیں یہی دو چیزیں جلدی اظہار اسلام کا باعث بنیں، ورنہ اصلی ارادہ یہ تھا کہ جب کسی ہائی اسکول میں اگلے سال تعلیم کے لئے جاؤں گا تو اسوقت اظہار اسلام کروں گا۔

اظہار اسلام ۵ راگست ۱۸۸۷ء کو توکلاً علی اللہ نکل کھڑا ہوا۔ میرے ساتھ کوٹلہ مغلان کا ایک رفیق عبد القادر تھا۔ ہم دونوں عربی مدرسہ کے ایک طالب علم کے ساتھ "کوٹلہ رحم شاہ" ضلع مظفر شاہ میں پہونچے۔ ۹ ذی الحجہ ۱۳۰۴ھ کو میری سنت تطہیر ادا ہوئی۔ اسکے چند روز بعد جب میرے اعزہ تعاقب کرنے لگے تو میں سندھ کی طرف روانہ ہوگیا۔ عربی صرف کی کتابیں میں نے راستہ میں اس طالب علم سے پڑھنا شروع کردی تھیں۔

سید العارفین کی صحبت اللہ کی خاص رحمت سے جس طرح ابتدائی عمر میں اسلام کی سمجھ آسان ہوگئی۔ اسی طرح کی خاص رحمت کا اثر یہ بھی ہے کہ سندھ میں میں حضرت حافظ محمد صدیق صاحب (بھرچونڈی والی) کی خدمت میں پہنچ گیا۔ جو اپنے وقت کے جنید اور سید العارفین تھے، چند ماہ میں ان کی صحبت میں رہا۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ اسلامی معاشرت میرے لئے اسی طرح طبیعت ثانیہ بن گئی جس طرح ایک پیدائشی مسلمان کی ہوتی ہے۔ حضرت نے ایک روز میرے سامنے اپنے لوگوں کو مخاطب فرمایا کہ (غالباً مولانا ابو الحسن امروٹی جن کا ذکر آگے آئیگا اس مجمع میں موجود تھے) کہ عبید اللہ نے اللہ کے لئے ہم کو اپنا ماں باپ بنایا۔ اس کلمہ مبارکہ کی تاثیر خاص میرے دل میں محفوظ ہے۔ میں اپنا اونھیں دینی باپ سمجھتا ہوں۔ اور اسی لئے سندھ کو مستقل وطن بنایا یا بنگیا۔ میں نے قادری راشدی طریقہ میں حضرت سے بیعت کرلی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ محسوس ہوا کہ بڑے انسان سے بہت کم مرعوب ہوتا ہوں۔ تین چار ماہ بعد میں طالب علمی کے لئے رخصت ہوا۔ مجھے بتایا گیا کہ حضرت نے میرے لئے خاص دعا فرمائی " خدا کرے عبید اللہ کا کسی راسخ عالم سے پالا پڑے "

میرے خیال میں خدا نے یہ دعا قبول فرمائی۔ اور اللہ رب العزت نے محض اپنے فضل سے مجھے حضرت مولانا شیخ الہندؒ کی خدمت میں پہونچادیا۔

سید العارفین کے خلیفہ } پھر چونڈی سے رخصت ہو کر میں اس طالب علم کے ساتھ ریاست بھاولپور کی دیہاتی مسجد میں ابتدائی عربی کی کتابیں پڑھتا رہا۔ اس نقل و حرکت میں "دین پور" پہونچا۔ جہاں سید العارفین کے خلیفہ اول مولانا ابوالسراج غلام محمد صاحب رہتے تھے۔ ہدایۃ النحو تک کتابیں یہیں مولانا عبدالقادر صاحب سے پڑھیں۔ حضرت خلیفہ صاحب نے میری والدہ کو خط لکھوایا۔ وہ آگئی اور واپس لے جانیکے لیے بہت زور لگایا۔ مگر میں بحمد اللہ ثابت قدم رہا۔ (یہ غلط ہے کہ میری والدہ دیوبند پہنچی) شوال ۱۳۰۵ھ میں دین پور متصل خانپور سے کوٹلہ رحم شاہ چلا آیا، اور مولوی خدا بخش صاحب سے کافیہ پڑھا۔ یہیں ایک نووارد طالب علم سے ہندوستانی مدارس عربیہ کا حال معلوم ہوا۔ اور میں اسٹیشن مظفر گڈھ سے ریل پر سوار ہو کر سیدھا دیوبند پہنچا۔

دارالعلوم دیوبند } صفر ۱۳۰۶ھ کو میں دارالعلوم میں داخل ہوا۔ تخمیناً پانچ مہینے میں قطبی تک منطق کے رسائل متفرق اساتذہ اور شرح جامی مولانا حکیم محمد حسن صاحب سے پڑھی؛ ایک فاضل اوستاد کی مہربانی سے طریقہ مطالعہ سیکھ لیا۔ اور محنت سے ترقی کا راستہ کھل گیا۔

حکمت و منطق کی کتابیں جلدی ختم کرنے کیلئے چند ماہ مولانا احمد حسن صاحب کانپوری کے مدرسہ میں چلا گیا۔ اور پھر چند ماہ مدرسہ عالیہ رامپور میں رہ کر مولوی ناظر الدین صاحب سے کتابیں پڑھیں اسی طرح صفر ۱۳۰۷ھ کو پھر دیوبند واپس آگیا۔

حضرت مولانا شیخ الہندؒ } دیوبند میں دو تین مہینے تک مولانا حافظ احمد صاحب سے پڑھتا رہا۔ اسکے بعد مولانا شیخ الہند کے درس میں شامل ہو گیا۔ ۱۳۰۷ھ کو ہدایہ۔ تلویح، مطول، شرح عقاید، مسلم الثبوت میں امتحان دیا اور امتیازی نمبروں میں کامیاب ہوا۔ مولانا سید احمد صاحب دہلوی مدرس اول نے میرے جوابات کی بہت تعریف کی۔ فرمایا اگر اسکو کتابیں ملیں تو شاہ عبدالعزیز ثانی ہوگا۔

چند دوستوں نے مبشر خواب دیکھے۔ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو بھی خواب میں دیکھا۔

رمضان شریف میں اصول فقہ کا ایک رسالہ لکھا جسے حضرت شیخ الہند نے پسند فرمایا۔ اسمیں بعض مسائل اس طرح تحریر کئے جہاں جمہور اہل علم کے خلاف محققین کی رائے کو ترجیح دی تھی مثلاً

تاویل المتشابہات ناممکن الحصول نہیں بلکہ راسخین فی العلم وہی علم سے جانتے ہیں۔

شوال ۱۳۰۶ھ سے تفسیر بیضاوی اور دورہ حدیث میں شریک ہوا۔ جامع ترمذی حضرت مولانا شیخ الہند سے پڑھی اور سنن ابوداؤد کے لئے حضرت مولانا رشید احمد صاحب کی خدمت میں گنگوہ پہونچا۔

جہان آباد دہلی } بیمار ہو کر گنگوہ سے دہلی آیا۔ حکیم محمود خاں کے علاج سے افاقہ ہوا۔ حدیث کی باقی کتابیں مولوی عبدالکریم صاحب پنجابی دیوبندی سے جلدی جلدی ختم کرلیں۔ مجھے یاد ہے کہ سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ جیسے چار چار دن میں پڑھی ہیں۔ اور سراجی دو گھنٹہ میں ختم کی۔ مولوی صاحب حضرت مولانا قاسم اور حضرت مولانا رشید احمد کے غیر معروف محقق شاگرد تھے۔ اثنائے قیام دہلی میں دو دفعہ حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحب کی زیارت کے لئے گیا۔ صحیح بخاری اور جامع ترمذی میں دو سبق بھی سُنے۔

معاودت سندھ } ۲۰ جمادی الثانیہ ۱۳۰۷ھ کو دہلی سے سیدھا بھرچونڈی ضلع سکھر پہونچا (اس تمام سفر میں ابا بادوذ ہابا لاہور نہیں اترا اور چینیاں والی مسجد میں نہیں گیا۔) میرے مرشد میرے آنے سے دس دن پہلے وفات پاچکے تھے۔ رجب ۱۳۰۷ھ میں حضرت شیخ الہند نے اجازت نامہ تحریر فرماکر بھیجدیا اور مولوی کمال الدین صاحب نے مجھ سے سنن ابی داؤد پڑھی۔

سید العارفین کے دوسرے خلیفہ } شوال ۱۳۰۷ھ سے سید العارفین کے دوسرے خلیفہ مولانا ابوالحسن تاج محمود صاحب کے پاس امروٹ ضلع سکھر میں چلا گیا۔ انہوں نے اپنے مرشد کا وعدہ پورا کر دکھایا۔ میرے لئے بمنزلہ باپ تھے۔ میرا نکاح سکھر کے اسلامیہ سکول کے ماسٹر مولوی محمد عظیم خان یوسف زئی کی لڑکی سے کرایا۔ میری والدہ کو بلایا وہ میرے پاس آخر دم تک اپنی طرز پر رہی۔ میرے مطالعہ کے لیے بہت بڑا کتب خانہ جمع کیا۔ میں انکے ظل عاطفت میں ۱۳۱۵ھ تک باطمینان مطالعہ کرتا رہا۔

کتب خانہ پیر صاحب العلم } گوٹھ پیر جھنڈا ضلع حیدرآباد میں راشدی طریقہ کے پیر صاحب العلم کے پاس علوم دینیہ کا بے نظیر کتب خانہ تھا۔ میں دوران مطالعہ میں وہاں جاتا رہا۔ اور کتابیں مستعار بھی لاتا رہا۔ میری تکمیل مطالعہ میں اس کتب خانہ کے فیض کا بڑا دخل تھا۔

حضرت پیر صاحب العلم کی صحبت } اس کے علاوہ حضرت مولانا رشید الدین صاحب العلم الثالث کی صحبت سے مستفید ہوا۔ میں نے انکی کرامتیں دیکھیں۔ ذکر اسماء الحسنیٰ میں نے انھیں سے سیکھا وہ دعوت توحید وجہاد کے ایک مجدد تھے۔

حضرت مولانا ابو التراب رشد اللہ صاحب العلم الرابع سے علمی صحبتیں رہیں۔ وہ علم حدیث کے بڑے جید عالم اور صاحب تصانیف تھے ان کے ساتھ قاضی فتح محمد صاحب کی علمی صحبت بھی ہمیشہ یاد رہیگی۔

میری علمی تحقیقات کا مرکز } اللہ کی رحمتوں میں سے ایک نعمت عظمیٰ جس کا شکریہ میں ادا نہیں کرسکتا یہ ہے کہ فقہ وحدیث کی تحقیق سے تطبیق میرا ذوق ایسا ہی قرآن عظیم کی تفسیر میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب دیوبندی سے شروع کرکے امام ولی اللہ دہلوی تک سلسلۂ علماء میرا رہبر بنا اور میں نے انکو اپنا امام بنالیا،

مجھے اپنی علمی اور سیاسی ترقی میں اس سلسلہ سے باہر جانے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ اس سے میری تمام کوششیں ایک اصول پر منظم ہوگئیں اور میں اسلام کی فلاسفی سمجھنے کے قابل ہوگیا۔ میں نے دہلی میں قبلہ نما کا مطالعہ کیا، اسکے معارف میری روح سے پیوستہ ہوگئے۔ حدیث کی تحقیق میں حجۃ اللہ کا تعارف مولانا شیخ الہند نے کرایا تھا۔ آخر میں اسی کے مطالعہ سے مجھے اطمینان نصیب ہوا۔ میں نے علماء کی ایک جماعت کو حجۃ اللہ البالغہ پڑھائی اور کافی عرصہ بعد حضرت شیخ الہند سے پڑھی۔

طریقۂ قادریہ } اس عرصہ میں طریقۂ قادریہ اور نقشبندیہ مجددیہ کے اشغال و اذکار بھی حسب الاستطاعت حضرت سید العارفین کے خلیفہ اعظم مولانا ابو السراج دین پوری سے سیکھتا رہا۔ اگر میری کوئی دنیاوی ضرورت امروٹ میں پوری نہ ہوتی تو دین پور سے حاصل کرلیتا۔ اس طرح مجھے اپنے مرشد کی جماعت سے باہر جانیکی ضرورت نہیں ہوئی۔

میرا سیاسی میلان } دوران مطالعہ میں مولانا محمد اسمٰعیل شہید کی سوانحعمری دیکھی۔ اسلامی مطالعہ کی ابتداء سے میرا قلبی تعلق مولانا مرحوم سے پیدا ہوچکا تھا دیوبند کی طالب علمی نے بہت سے واقعات اور حکایات سے آشنا کردیا تھا، مولانا عبد الکریم دیوبندی نے سقوط دہلی کی تاریخ آنکھوں دیکھی بات بتادی تھی۔ میرا دماغ بچپن سے خاندانی عورتوں کی صحبت میں انقلاب پنجاب کے تکلیف دہ حالات سے بھرا ہوا تھا۔ اس میں ایک قسم کا انقلاب آیا۔ پہلے جو کچھ لاہور کے لیے سوچتا تھا اب دہلی کے لیے سوچنے لگا۔ مولانا شہید کے مکتوبات میں سے ایک مضمون لیکر میں نے اپنا مختصر سیاسی پروگرام بنالیا۔ وہ اسلامی بھی تھا اور انقلابی بھی۔ مگر ہند کے باہر مسلمانوں کی تحریک سے اسے کوئی تعلق نہیں تھا۔ میں نے حجۃ اللہ پڑھنے والی جماعت کو اس میں شامل کرلیا اس طرح اپنے خیالات کے موافق آہستہ آہستہ کام شروع کردیا۔

معاودت دیوبند } ۱۳۱۵ھ میں دیوبند پہنچا۔ اپنے مطالعہ کا نمونہ دو رسالے لکھکر ساتھ لے گیا۔ ایک علم حدیث میں۔ دوسرا فقہ حنفی میں۔ حضرت مولانا نے دونوں رسالے پسند فرمائے اس دفعہ درس بارہ حدیث کی مشہور کتابوں کے اطراف سنا کر دوبارہ شفہاً اجازت حاصل کی۔

بعض مسائل جہاد کے ضمن میں ہماری اس جماعت کا ذکر آگیا حضرت مولانا نے اسے بہت پسند فرمایا اور چند اصلاحات کا مشورہ دے کر اسکو اتحاد اسلام کی ایک کڑی بنادیا۔ اس کام کو جاری رکھنے کی وصیت کی اس کے بعد میرے تعلیمی اور سیاسی تمام مشاغل حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہ سے وابستہ رہے۔

دارالرشاد گوٹھ پیر جھنڈا } امروٹ واپس آکر میں نے مطبع قایم کیا۔ اور دو سال تک چلایا۔ بعض عربی اور سندھی نایاب کتابیں طبع ہوئیں اسکے بعد ایک ماہوار رسالہ "ہدایت الاخوان" چھپتا رہا۔ اس کے بعد مدرسہ بنانے کی کوشش جاری کی۔ مگر اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ ہمارا کام بغیر مدرسہ کے چل نہیں سکتا تھا اسکے لیے دوسری جگہ کی تلاش میں تھا کہ حضرت مولانا راشد اللہ صاحب العلم الرابع نے ۱۳۱۹ھ میں میری تجویز کے موافق مدرسہ بنانے کا ارادہ کیا۔ یہ نام بھی میری تجویز سے مقرر ہوا۔ میں اس میں شریک ہوا سات سال تک علمی و انتظامی کامل اختیارات کیساتھ کام کرتا رہا۔ اکابر علماء میں سے حضرت مولانا شیخ الہند اور حضرت مولانا شیخ حسین بن محسن ری یمانی امتحان کے لئے تشریف لائے۔ اس مدرسہ میں بھی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں کی اور امام مالک کو بھی خواب میں دیکھا۔

جمعیۃ الانصار دیوبند } ۱۳۲۷ھ میں حضرت شیخ الہند نے دیوبند طلب فرمایا۔ اور مفصل حالات سنکر دیوبند رہ کر کام کرنے کے لئے حکم دیا۔ اسکے ساتھ سندھ کا تعلق بھی قایم رہے گا۔ چار سال تک جمعیۃ الانصار میں کام کرتا رہا۔ اس جمعیۃ کی تحریک تاسیس میں مولانا محمد صادق صاحب سندھی اور مولانا ابو محمد احمد لاہوری اور عزیزی مولوی احمد علی میرے ساتھ شریک تھے۔

نظارۃ المعارف دہلی } حضرت شیخ الہند کے ارشاد سے میرا کام دیوبند سے دہلی منتقل ہوا ۱۳۳۱ھ میں نظارۃ المعارف قایم ہوئی۔ اس کی سرپرستی میں حضرت شیخ الہند کے ساتھ حکیم اجمل خاں اور نواب وقار الملک ایک ہی طرح پر شریک تھے۔ حضرت شیخ الہند نے جس طرح چار سال دیوبند میں رکھکر میرا تعارف اپنی جماعت سے کرایا تھا اسی طرح دہلی بھیجکر مجھے نوجوان طاقت سے ملانا چاہتے تھے اس غرض کی تکمیل کے لئے دہلی تشریف لائے اور ڈاکٹر انصاری سے میرا تعارف

کرایا اور ڈاکٹر انصاری نے مجھے مولانا ابوالکلام اور محمد علی مرحوم سے ملایا اس طرح تخمیناً دو سال مسلمانان ہند کی اعلیٰ سیاسی طاقت سے واقف رہا۔

ہجرت کابل } ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۵ء میں شیخ الہند کے حکم سے کابل گیا۔ مجھے کوئی مفصل پروگرام نہیں بتایا گیا۔ اسلئے میری طبیعت اس ہجرت کو پسند نہیں کرتی تھی۔ لیکن بتعمیل حکم کے لئے جانا ضروری تھا۔ خدا نے اپنے فضل سے نکلنے کا راستہ صاف کر دیا اور میں افغانستان پہونچ گیا۔

دہلی کی سیاسی جماعت کو میں نے بتلایا کہ میرا کابل جانا طے ہو چکا ہے انھوں نے بھی اپنا نمایندہ بنایا۔ مگر کوئی معقول پروگرام وہ بھی نہیں بتلا سکے۔

کابل جا کر مجھے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الہند قدس سرہ جس جماعت کے نمایندے تھے اس کی پچاس سال کی محنتوں کا حاصل میرے سامنے غیر منظم شکل میں تعمیل حکم کے لئے تیار ہے اس میں میرے جیسے ایک خادم شیخ الہند کی اشد ضرورت تھی۔ اب مجھے اس ہجرت اور شیخ الہند کے اس انتخاب پر فخر محسوس ہونے لگا۔

میں ۷ سال تک حکومت کابل کی شرکت میں اپنا ہندوستانی کام کرتا رہا۔ ۱۹۱۶ء میں امیر حبیب اللہ نے ہندوؤں سے ملکر کام کرنے کا حکم دیا۔ اس کی تعمیل میرے لئے فقط ایک ہی صورت میں ممکن تھی کہ میں انڈین نیشنل کانگریس میں شامل ہو جاؤں، اسوقت سے میں کانگریس کا ایک داعی بن گیا۔

یہ بات عجیب معلوم ہو گی کہ امیر صاحب مرحوم اتحاد اسلام کے کام سے ہندوستانی کام کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ ۱۹۲۲ء میں امیر امان اللہ خاں کے دور میں میں نے کانگریس کمیٹی کابل بنائی جس کا الحاق ڈاکٹر انصاری کی کوششوں سے کانگریس کے گیا سیشن نے منظور کر لیا۔ برٹش امپائر سے باہر یہ پہلی کانگریس کمیٹی ہے اور میں اسپر فخر محسوس کرتا ہوں کہ میں اس کا پہلا پریذیڈنٹ ہوں۔

سیاحت روس } ۱۹۲۲ء میں ترکی جانا ہوا۔ سات مہینے ماسکو میں رہا۔ سوشلزم کا مطالعہ اپنے نوجوان رفیقوں کی مدد سے کرتا رہا۔ چونکہ نیشنل کانگریس سے تعلق سرکاری طور پر ثابت ہو چکا تھا اسلئے سوویٹ روس نے اپنا معزز مہمان بنایا۔ اور مطالعہ کے لئے ہر قسم کی سہولتیں بہم پہونچائیں۔ (یہ غلط ہے کہ میں لینن سے ملا۔ کامریڈ لینن اسوقت ایسا بیمار تھا کہ اپنے قریبی دوستوں کو بھی نہیں پہچان سکتا تھا۔)

میرے اس مطالعہ کا نتیجہ ہے کہ میں اپنی مذہبی تحریک کو جو امام ولی اللہ دہلوی کے فلسفہ کی ایک

شاخ ہے۔ اس زمانہ کے لادینی حملہ سے محفوظ کرنے کی تدابیر سوچنے میں کامیاب ہوا
ہوں اس کامیابی پر اول انڈین نیشنل کانگریس دوم اپنے ہندوستانی نوجوان رفقار جن میں ہندو بھی ہیں اور مسلمان بھی۔ سوشلسٹ بھی ہیں اور نیشنلسٹ بھی۔ سوم سوویٹ روس کا ہمیشہ ہمیشہ ممنون رہوں اور شکر گذار رہوں گا۔ اگر ان تینوں طاقتوں کی مدد مجھے نہ ملتی تو میں اس تحقیق اور استناد کو کبھی حاصل نہ کر سکتا۔ فللہ الحمد وحدہٗ)

نئی ترکیا } ۱۹۲۳ء میں انقرہ پہنچا۔ میرے لئے سفیر ترکیہ متعین ماسکو اور وزارت خارجہ ماسکو نے ملکر سفر کا راستہ متعین کر دیا تھا۔ اور برطانوی کارندے اس کا پتہ نہیں لگا سکے۔ (یہ غلط ہے کہ میں استنبول اس زمانہ میں پہونچا جب برطانیہ اور فرانس اس پر قابض تھے) تخمیناً تین سال میں ترکی میں رہا ہوں۔ میں نے تحریک اتحاد اسلام کا تاریخی مطالعہ کیا ہے۔ مجھے مستقبل قریب میں اس کے لئے کوئی مرکز نظر نہ آیا۔ اسلئے میں نے ترکوں کی طرح اپنی اسلامی مذہبی تحریک کو انڈین نیشنل کانگریس میں داخل کرنا ضروری سمجھا۔ اور کانگریس میں اپنے اصول کی ایک پارٹی کا پروگرام چھاپ دیا جس سے میری مذہبی تحریک ہر ایک مخالف انقلاب سے محفوظ رہ سکتی ہے۔

ہمارا پروگرام } یورپ کو اس طرح اسلام کا تعارف کرانے میں میرا خیال ہے کہ میں اپنے استاذ الاستاذ اور اپنے امام مولانا محمد قاسم دیوبندی کی ایک قلبی خواہش کو عملی جامہ پہناتا رہا ہوں۔
اس پروگرام کو ترکی پولیس سے شائع کرنے کے لئے انقرہ گورنمنٹ کی اجازت حاصل کی گئی۔
وزارت خارجہ نے دو مختلف مترجموں سے ترجمہ کرا کے جبتک اس کا حرف حرف نہیں پڑھ لیا اجازت نہیں دی۔ بعض ہندو دوست اردو نہیں پڑھ سکتے تھے۔ ان کی سہولیت کے لئے میں نے اسکا انگریزی ترجمہ بھی شائع کر دیا۔ استنبول میں لالہ لاجپت رائے سے تبادلہ افکار ہوا۔ اور ایسا ہی ڈاکٹر انصاری سے اچھی طرح باتیں ہوئیں۔ ہمارے بزرگ نہ اسے مان سکتے ہیں نہ اس کا اچھا بدل بتلا سکتے ہیں۔ اور کوشش کریں گے کہ ہمیں ہزار دو ہزار سال پہلے زمانہ میں لیجا کر کھڑا کر دیں۔ البتہ پنڈت جواہر لال نہرو نے ایک آدھ فقرہ اس کی پسندیدگی پر لکھا ہے۔ وہ میرے لئے باعث سرور ہے
میں نے اپنے پروگرام میں عدم تشدد کو ضروری قرار دیا ہے۔ اس میں مہاتما گاندھی کا ممنون ہوں۔ میں عدم تشدد کو اخلاقی اصول مانتا تھا لیکن اس بنا پر پولیٹکل پروگرام کی تشکیل اور اسکی اہمیت میں نے گاندھی جی سے سیکھی ہے۔ گاندھی جی نے مجھے حضرت مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کی تعلیم یاد دلا دی میں جانتا ہوں کہ اسلام سے پہلے دور میں اسی اصول سیاسی پر عمل ہوتا رہا ہے۔ کلمۃ الحکمۃ ضالۃ المؤمن

حیث وجدہا فھو احق بہا۔

مکہ معظمہ پہنچنا } ۱۳۴۴ھ میں موسم حج پر مکہ معظمہ میں مؤتمر خلافت منعقد ہوئی۔ میرے بنام دوست وہاں آ رہے تھے۔ میں نے محض ان سے ملنے کی خاطر اٹلی کے راستے سے مکہ معظمہ پہونچنے کی کوشش کی۔ مگر میں مؤتمر ختم ہونیکے بعد صفر ۱۳۴۵ھ میں پہنچا۔ میں اپنی پوزیشن صحیح طور پر پہچانتا تھا میں نے حجاز گورنمنٹ کو یقین دلایا کہ یہاں میں کوئی سیاسی پروپگنڈا نہیں کروں گا۔ اس نے مجھکو چند ۔ ۔ ۔ ۔ کرلیا۔ اسوجہ سے ایک طرح میں محفوظ ہوگیا

اگر کبھی کسی جزوی امداد کی میں نے درخواست کی تو حکومت نے اسے پورا کردیا۔ میرے اپنے طور پر رہنے میں اولیاء امور حارج نہیں ہوئے اسلئے وہ میری طرف سے بہت بہت شکریہ اور دعا کے مستحق ہیں۔ جزاہم اللہ خیراً۔

علماء مکہ سے استفادہ } مجھے اہل مکہ میں سے تین ہندوستانی اور ایک عرب خاندان نے خاص طور پر علمی امداد دی۔ سب سے پہلے شیخ عبدالوہاب دہلوی و حاجی علیجان والے دوسرے عبدالستار بن عبدالوہاب ہی مرحوم تیسرے ابوالشرف مجددی۔ ان کے کتب خانوں سے میں نے استفادہ کیا۔ عرب خاندان سے میری مراد شیخ محمد بن عبدالرزاق بن حمزہ شیخ دارالحدیث مکہ اور شیخ ابوالسمح عبدالظاہر امام الحرم کا خاندان ہے۔

میرا علمی مشغلہ } میں یقیناً ۱۳۔۱۴ سال سے قرآن عظیم اور حجۃ اللہ البالغہ کا بنظر عمیق مطالعہ کرتا رہا۔ تفسیر قرآن عظیم میں جس قدر مقامات میرے لیے مشکل تھے۔ اس زمانہ میں انھیں امام ولی اللہ دہلوی کے اصول پر بالاطمینان حاصل کرسکا۔ جو لوگ میری طرح امام ولی اللہ دہلی کو نہیں مان سکتے ان کو مطمئن کرنے کا دعوے میں نہیں کرسکتا۔

لیکن مجھے اپنے اصول پر قرآن عظیم میں اس زمانہ میں قابل عمل تعلیم کا ایک اعلیٰ نصاب نظر آیا۔ اس میں اس تجلی ریز مقدس مقام کی تاثیر ضرور ماننا پڑتی ہے۔

میں نے امام ولی اللہ دہلوی کی مشہور کتابوں کا خاص طور پر مطالعہ جاری رکھا مثلاً بدور بازغہ خیر کثیر۔ تفہیمات الہیہ۔ سطعات۔ الطاف القدس۔ لمعات وغیرہ۔

ان کی کتابوں کے لیے بطور مفتاح میں نے مولانا رفیع الدین دہلوی کی تکمیل الاذعان اور مولانا اسمٰعیل شہید کی عبقات اور مولانا محمد قاسم کی قاسم العلوم اور تقریر دلپذیر اور آب حیات کو استعمال کیا۔

مجھے ان لوگوں کے پڑھانے کا بھی موقع ملتا رہا۔ اور ساتھ ہی مدارستہ قرآن حکیم بھی جاری رہی، اس سے میری نظریات بہت وسیع ہوگئی۔ للہ الحمد

امام ولی اللہ دہلوی کی حکمۃ کا مدرسہ } اگر مجھے موقعہ دیا جائے کہ میں امام ولی اللہ دہلوی کو حکمۃ کا مجتہد مستقل فرض کرلوں اور امام عبدالعزیز دہلوی اور مولانا رفیع الدین دہلوی کو اس حکمۃ کا منتسب اور مولانا اسمٰعیل شہید اور مولانا محمد قاسم کو مجتہد فی المذہب کے رتبہ پر تسلیم کرلوں تو میں اس حکمت کا ایسا اسکول قایم کرسکتا ہوں جس میں (الف) قرآن عظیم (ب) سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سنت الخلفاء الراشدین (ج) تاریخ اسلام کی پوری عقلی تشریح ممکن ہو۔

اسکے بعد تمام مذاہب عالم اور ان کی کتب مقدسہ کی تحقیق و تطبیق اسی اصول پر آسان ہوجائے (ذلک من فضل اللہ واللہ ذو الفضل العظیم)

مراجعت وطن } ۱۹۳۶ء سے انڈین نیشنل کانگریس نے میری واپسی کے متعلق کوشش شروع کی۔ اور میرے تمام دوست اس کی تائید میں کام کرتے رہے۔ اس میں سیاسی مسلک کے اتحاد و اختلاف کا کوئی فرق نہیں رہا۔ اس طرح کی کوششوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ مجھے یکم نومبر ۱۹۳۷ء کو اجازت واپسی وطن کی اطلاع ملی۔ اور یکم جنوری ۱۹۳۸ء کو پاسپورٹ دینے کا فیصلہ معلوم ہوا۔ حج کا موسم سر پر آگیا اسلیے ادائے مناسک سے فراغت پر واپسی کا ارادہ ہے (واللہ الموفق)

ہندوستان میں پروگرام } ہندوستان میں پہونچکر میرا پروگرام اسکے قریب قریب ہوگا

(۱) انڈین نیشنل کانگریس کا معمولی ممبر تو ہمیشہ رہوں گا تاکہ عدم تشدد کے متعلق میری ذمہ داری میرے قومی تعاون کے اندر منضبط رہے اور میں پریشان دوستوں کی منحوس حرکات سے محفوظ رہ سکوں لیکن کانگریس کی کسی پارٹی کے عملی حصہ میں شرکت نہیں کروں گا۔

(۲) میرا محبوب مشغلہ فلسفہ امام ولی اللہ کی تعلیم واشاعت ہوگا۔ میں اعلیٰ طبقہ اہل علم کو اس طرف متوجہ کرتا رہونگا، اس میں دینی عالم اور دانشمند لوگ مخاطب ہوں گے۔ اگر کوئی غیر مسلم ہندو یا مسیحی آزاد منش اس فلسفہ کا مطالعہ پسند کریگا۔ تو اس کی پوری امداد کروں گا۔

(۳) جب کبھی حالات مناسب پیدا ہوئے تو میں نیشنل کانگریس میں فلسفہ امام ولی اللہ کی روشنی میں اقتصادی اصول پر مستقل پارٹی تشکیل کروں گا۔

(واللہ المستعان [illegible] ان الحمد للہ رب العالمین)

جبال الصولتیہ بلد اللہ [illegible] عبیداللہ

آج ہمارے لیے یہ ایک بڑی خوشی اور مسرت کا موقعہ ہے کہ ہندوستان اپنے مطالبہ آزادی کی ایک منزل طے کرچکا ہے اور ایک حد تک ہندوستان والے برائے نام آزادی سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ ہندوستان نے اس موقعہ سے جہاں اور بہت سے فوائد حاصل کئے ہیں ہیں وہاں اپنے ان جانباز سپاہیوں کو کبھی فراموش نہیں کیا، اور پہلی فرصت میں اپنی ناچیز جدوجہد ان جلاوطن حضرات کی واپسی میں صرف کردی۔ جن کی قربانیوں کی بدولت آج ہندوستان آزادی کی اس منزل تک پہونچا ہے۔ حقیقتاً ہندوستان ان جانباز سپاہیوں کی قربانیوں کا پورا پورا بدلہ کبھی بھی نہیں دے سکتا۔ ان کی قربانیاں ہندوستان کی تاریخ میں سنہری حرفوں میں لکھی جائینگی۔ اور آنے والی نسلیں ہمیشہ عقیدت کے پھول انپر چڑھایا کریں گی چنانچہ دیگر صوبائی حکومتوں کی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ حکومت سندھ قابل تحسین ہے جس نے اپنے صحیح فرض کا احساس کرتے ہوئے اپنی تمامتر کوشش ایک ایسی عظیم المرتبت شخصیت کی واپسی میں صرف کی جو ۲۴ سال سے ہندوستان کی آزادی کی آواز بلند کرنے کی پاداش میں گھر سے بے گھر جلاوطنی اور غریب الوطنی کی سخت ترین سزا بھگت رہا تھا۔ جو حقیقتاً آسمان ہند کا روشن چاند ہے جس کی شخصیت علمی اور عملی ہر حیثیت سے بالاتر ہے جس نے ہندوستان کو ایک ایسی راہ پر لگایا جس کی بدولت آج ہندوستان کچھ نہ کچھ اختیارات کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے ہے۔ اور حتی الامکان اختیارات سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ ایسی شخصیت کون ہے؟ وہی علامہ سندھی کی مایہ ناز شخصیت ہے جس کی زندگی کے مختصر کارنامے اوپر کی سطور میں ہم نے درج کئے ہیں۔

آج ہندوستان جتنا بھی فخر کرے کم ہے۔ جس کی تمنا ہندوستان کے دلمیں سمندر کی طرح موجیں مار رہی تھی۔ جس کی رہنمائی کی روشنی میں ہندوستان اپنی آزادی کی گاڑی کو آگے لیجانیکا آرزومند تھا۔ جس کے دیدار کو آنکھیں ترس رہی تھیں۔ آج وہ گمشدہ موتی ہندوستان کو مل گیا۔ اسکو ہم جنگ آزادی کی کامیابی کے لیئے نیک فال سمجھتے ہیں۔

ہم ہی نہیں بلکہ آج سارا ہندوستان اس گمشدہ دولت کو پاکر ایک عجیب قسم کی مسرت محسوس کررہا ہے آخر میں ہم حضرت مولانا مدظلہ کی خدمت میں ہندوستان بخیریت تشریف آوری کی خوشی میں عقیدت کے پھولوں کی ایک خلوص بھری ڈالی پیش کرتے ہیں۔ اور دست بدعا ہیں کہ خداوند کریم مولانا کی رہنمائی کی برکات سے ہماری منجدھار میں پڑی ہوئی ناؤ کو پار لگائے آمین

(لے آمدنت باعث آبادی ما)

جمعیۃ علمائے ہند کا اسپیشل اجلاس عام

اور

حضرت مولانا سندھی مدظلہ العالی کی صدارت

(از ادارہ)

حضرت مولانا سندھی مدظلہ العالی کے مبارک تذکرے کے بعد اگر ہم علمائے ہند کے پچیس ۲۵ سالہ کارناموں کا جائزہ لیں تو بلاشبہ ہم فخر اور سربلندی کے ساتھ کوئی نمایاں کامیابی پیش نہیں کر سکتے مگر الحمدللہ کہ حضرت موصوف کے استاذ محترم یعنی سیدنا شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب قدس اللہ سرہ العزیز اور آپ کے صحیح جانشین شیخ الہند ثانی حضرت مولانا حسین احمد صاحب یا حضرت علامہ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب، مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب، مولانا ابوالکلام صاحب آزاد جیسے اکابر ملت کے کارناموں نے ملت ہند اسلامیہ کو حریت پسندی، انقلاب، اور بےلوث مخلصانہ جاں نثاری کی شاندار روایات کا مالک ضرور بنا دیا ہے۔

گذشتہ پچیس سال میں ان حضرات نے ہندوستان کو آزاد تو نہیں کرالیا۔ مگر اسمیں شک نہیں کہ ان حضرات کی جد وجہد اور بالخصوص سیدنا حضرت مولانا حسین احمد صاحب کی مسلسل۔ حیرت انگیز اور بے پناہ جد وجہد نے ہندوستان کو ایک لالہ زار بنا دیا ہے۔

ان حضرات نے حریت پرور، خوددار اور غیور، جوان ہمت اور ایثار شیوہ، علماء، اور حامیان ملت کی ایک فوج تیار کی ہے، جس کا مستقبل بہت بڑے انقلاب کا حامل ہے، اور جو تاریخ حریت کے سب سے پہلے صفحات میں اپنا نام لکھوا چکی ہے۔

اس فوج کا نام "جمعیۃ علماء ہند" ہے۔

آج ہم مولانا سندھی کو مبارکباد دیتے ہیں کہ ان کی ۲۵ سالہ غیبت نے اگرچہ ہندوستان کو ان کے برکات سے محروم رکھا۔ مگر الحمدللہ ان حضرات کی برکت سے اب وہ ایسے جوان ہمت ہندوستان میں واپس آئے ہیں جو جد وجہد حریت میں کافی آگے بڑھ چکا ہے۔

جمعیۃ علماء ہند وہ نیک فال جماعت ہے جس نے ہر موقعہ پر مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کرتے

ہوئے اپنی قربانیوں سے اپنی صداقت ثابت کی - اور حریت و انقلاب کے میدان میں ہندوستان کی تمام قوموں سے آگے اپنا قدم رکھا - ماہ مئی میں انشاء اللہ جمعیۃ علماء ہند کا اجلاس خصوصی مراد آباد میں حضرت علامہ سندھی کی صدارت میں ہوگا (انشاء اللہ)

ہمیں مسرت ہے کہ علامہ سندھی ایک ایسی جماعت کی صدارت فرمائیں گے - جو حضرت سندھی کے بلند جذبات اور بلند ترین ولولوں کے لئے موزوں ہے - اور حضرت سندھی اسکی صدارت کے لئے موزوں فللّٰہ الحمد -

پیش نظر مسائل } جمعیۃ علماء ہند کا یہ اسپیشل اجلاس جو اواخر مئی میں مراد آباد میں ہوگا اپنے پیش نظر مسائل کے لحاظ سے تاریخی اہمیت رکھتا ہے -

علماء ملت نے ہمیشہ اتحاد نظریہ اور قوت عمل کو تنظیم کا جوہر قرار دیا - ان کا خیال ہے کہ عہد رسالت (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں بھی دو چیزیں اور تمام تنظیم کی روح تھیں جن کا ذکر جابجا قرآن پاک میں موجود ہے - اور جن کی تعریف خدا بالا و برتر نے عرش اعلیٰ کے اوپر سے فرمائی ہے -

عہد رسالت (علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) میں نہ کوئی دفتر تھا نہ ممبران کا رجسٹر نہ منتظمہ کمیٹی اور نہ فیس ممبری - سب سے بڑی چیز یہی اتحاد نظریہ اور یہی قوت عمل - اسی بناء پر عام مسلمانوں کی اسی تنظیم کا مسئلہ جمعیۃ علماء ہند نے اپنے ہاتھ میں نہیں لیا - بلکہ اس سلسلہ میں خلافت کمیٹی - مسلم لیگ وغیرہ پر اعتماد کیا - چنانچہ اسکے ارکان ان دونوں جماعتوں کی معاونت کرتے رہے لیکن افسوس کہ اس اشتراک عمل کا ثمرہ اچھا نہیں نکلا - لامحالہ اب جمعیۃ علماء ہند بذات خود اس مسئلہ کی طرف متوجہ ہوئی ہے - اور دستور اساسی میں ایسی ترمیم کر رہی ہے جس سے اسکا تعلق عام مسلمانوں کے ساتھ آئینی اور دستوری بھی اتنا ہی مضبوط ہو جائے - جتنا کہ مذہبی اور ملی تعلق مستحکم ہے -

علاوہ ازیں اب وقت آگیا ہے کہ تحفظ ملت کے لئے ایک ایسا قانون مرتب کرایا جائے - جو مذہبی اور معاشرتی امور میں اسلامی احکام کو فیصلہ کن قوت دیتا ہو - جس کو محکمہ قضا - نظارت امور شرعیہ - یا کلچرل اٹانمی کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے - اس قانون کا مسودہ مرتب کرنے کے لئے ایک سب کمیٹی بنا دی گئی ہے - جس کے ارکان میں مولانا سید سلیمان صاحب ندوی - مولانا ابو المحاسن سجاد صاحب - اور مولانا امین احسن صاحب اصلاحی - جمعیۃ علماء ہند کے اس اسپیشل اجلاس کا مقصود اعظم ان ہی دو مسودوں کو منظور کرنا اور ان کے کامیاب بنانے کے لئے لائحہ عمل مرتب کرنا ہے -

جمعیتہ علما صوبۂ آگرہ } اس جلاس کے ساتھ صوبۂ آگرہ کی جمعیتہ علمار کا بھی اجلاس عام ہو گا۔ اس اجلاس کے لیئے ہماری درخواست ہے کہ صوبہ کے علمار خاص طور پر تیاری کریں۔ یعنے اپنے اپنے مقامات پر جمعیتہ علمار قایم کریں۔ قصباتی جمعیتہ علمار سے مرکب کر کے ضلعوار جمعیتہ علمار بنائیں اور پھر باقاعدہ نمایندے بھیجکر نہایت احتیاط کے ساتھ انتخاب کرائیں اور ایک ایسا مستحکم نظام قائم کردیں جو صوبہ کی جمعیتہ علمار کے شایان شان ہو۔

ایک ضروری اور اہم گذارش } گذشتہ اجلاسوں میں یہی طریقہ رہا کہ ارکان جمعیتہ کو مجلس استقبالیہ سفر خرچ دیا کرتی تھی۔ مگر یہ قاعدہ تمام سیاسی جماعتوں میں جمعیتہ علمار کے لیے مخصوص اور نرالا تھا۔ بیشک علمار ملت کی مالی حالت کے لحاظ سے یہ نہایت ضروری تھا۔ مگر افسوس کہ اس کا نہایت نقصان دہ اثر یہ ہوا کہ اسقدر چندہ فراہم کرنا اتنا کٹھن اور دشوار کام تھا کہ اس کا تحمل نہ ہو سکا اور رفتہ رفتہ سالانہ اجلاس جو جمعیتہ علما جیسی باکار جماعت کیلئے نہایت ضروری تھے بند ہو گئے۔ دہلی کے گذشتہ اجلاس میں اس بدعت کو اٹھا دیا گیا۔ ہمارا خیال ہے کہ جب علمار ملت انقلاب کی چوٹیوں پر امتیاز اور خلوص کا جھنڈا نصب کرنے کے لئے میدان میں آئے ہیں۔ تو انکو چند روپیوں کے لیے شرکت اجلاس سے ہرگز نہ رکنا چاہیئے۔ اس سے انکار نہیں کہ بسا اوقات مجبوریاں ہر ایک وہم و گمان سے بالا ہوتی ہیں۔ ایک نادار انسان کے لئے سو روپیہ خرچ کرنا مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اسکے پاس نہیں اور نہ حاصل کر سکتا ہے۔ مگر ہاں اسکے مقدس جذبات اس کو سالہا سال جیل کو اسکے لئے آسان کر دیتے ہیں۔ کیونکہ اس میں اپنے نفس پر مشقت برداشت کرنا ہے جس پر اسکو قابو ہے تو ایسی صورتوں میں ضلعوار جمعیتوں کو توجہ کرنی چاہیئے۔ مگر اس سے پیشتر ضروری ہے کہ ضلعوار جمعیتیں قایم

...ماہنامہ انصاریان ہند میں ایک نئی روح پھونکنے والا
...صاری دنیا (مراد آباد)
زیر ادارت ابو الاختر سہیم انصاری
آپکی تمام سیاسی، تاریخی، ... اصلاحی، معاشرتی اور تمدنی ضرورتوں پر نہایت سنجیدگی ... تبصرہ کرنیوالا اپنی شان کا واحد رسالہ انصاری دنیا ہے
... ابتک نہیں دیکھا ہے تو فوراً ۳ کے ٹکٹ روانہ کرکے نمونہ منگا کر ...
... قیمت سالانہ ۳
... جون تک خریدار بنانے والوں سے صرف ۲ لئے جائیں گے
... کو جلد توجہ کرنا چاہیئے؛ مقامی جمعیتیں فوراً اپنے پتہ روانہ کرکے
... دنیا" کے پوسٹر طلب فرما کر اپنے حلقوں میں چسپاں کرا دیں
...مشتہر منیجر انصاری دنیا محمد علی روڈ مراد آباد

قحط ذوق انسانیت اور باران رحمت

عالم بشریت کا بے مثال انقلاب

آج سے تقریباً ۱۴ سو برس پہلے عین اس وقت جبکہ اس خاکدان عالم پر چاروں طرف سے عصیان اور خود فراموشی کے تاریک اور بھیانک بادل چھائے ہوئے تھے۔ زمین کا گوشہ گوشہ طغیانی اور سرکشی کے سیلاب میں ڈوبا ہوا تھا، روئے زمین کے بسنے والے ہر متنفس نے پیغام ربوبیت کو بھلا کر خود کو طغیانی اور سرکشی کی ہلاکت خیز گرداب میں غرق کر دیا تھا، شاہان ملک، روسائے شہر سرداران قبائل اپنے اپنے ملکی رسم ورواج کے مطابق حلقہ اقتدار اور فرمانروائی میں معبود تھے اور قابل پرستش مانے جاتے تھے۔ کیونکہ وہ خدا تھے، خدا کا سایہ تھے، ورنہ کم از کم مرتبہ انسانیت سے بلند تر فطرت بشریہ سے منزہ ضرور تھے۔ ان کے سامنے بیٹھنا، بات کرنا سوء ادب طبیعت کے خلاف ادنیٰ سی لب کشائی، معمولی سا اعتراض قابل گردن زدنی، بیت المال یا قومی روپیہ کا بہترین مصرف ذاتی عیش ونشاط، رقص وسرور اور مے نوشی کی مجالس تھیں۔ ان کے پیرو۔ فرمانبردار حضرات کی زندگی کا واحد نصب العین اپنے آقا اور فرمانروا کی ہر جائز وناجائز انسانی اور غیر انسانی خواہشات ومرضیات اور جذبات کا احترام، اطاعت، سرنگونی اور تکمیل تھا۔ ملک میں عدل وانصاف کے بجائے ظلم تھا، بے انصافی تھی، واقعات اور صداقتوں کے فیصلے امراء اور سلاطین کی چشم وابرو کا اشارہ کرتا تھا۔ یہ حال تو ماورائے عرب کا تھا، وسط عرب میں تو جہاں قبیلہ قبیلہ کا خدا الگ تھا، سفر اور حضر کا خدا الگ الگ تھا، ہر انوکھی اور نئی چیز خدا تھی، وہیں خونریزی اور غارتگری کا بازار گرم تھا، ادنیٰ ادنیٰ سی بات پر خاندان کے خاندان قبائل کے قبائل تہ تیغ کر دئیے جاتے تھے، لوٹ کھسوٹ، نہب وسلب بہترین کسب معاش بہترین شجاعت اور بہادری تھی جس پر شعرائے قبائل کی طرف سے فخریہ قصائد لکھے جاتے تھے۔

بے اطمینانی اور بدامنی کل عالم بالخصوص عرب کے گوشہ گوشہ میں موجود تھی، اور عرب کا خشک اور

بے آب خطہ انسانی خون سے سیراب کیا جارہا تھا، غرض کہ دنیا ایک عذاب الیم میں گرفتار تھی۔ سلاسل غلامی سے اس کا بند بند جکڑا ہوا تھا سطح ارضی کے بسنے والے لوگوں پر عرصہ حیات تنگ ہو رہا تھا، انسانیت پامال ہو رہی تھی، مظلومیت اور مقہوریت کی دردناک اور الم انگیز صدائیں فضاء عالم میں گونج رہی تھی۔ عالم انسانی غذائے روحانی کے لئے تڑپ رہا تھا۔

تو وہ خدائے وحدہٗ لاشریک جس نے جسمانی غذا کے لئے طرح طرح کے سامان مہیا کئے زمین میں قوت نشوونما رکھی ہر قسم کے خزانے زمین میں مستور فرمائے۔ زمین کی حیات و نمو کے لئے آسمان پر بدلیاں پھیلائیں، پانی برسایا۔ زمین سے غلہ نکالا۔ اور انسان کو جسمانی غذا دیکر موت سے بچایا اور اگر کہیں خشک سالی ہوتی ہے۔ زمین پانی کے لئے ترستی ہے۔ درختوں کی ٹہنیاں مرجھا جاتی ہیں۔ پھول پھل برگ و بار سوکھ جاتے ہیں۔ اور کائنات نباتاتی فطری حسن و جمال کھو دیتی ہے۔ آدمی بھوک اور پیاس سے تڑپتا ہے۔ اور بارگاہ الٰہ میں ہاتھ پھیلا کر دعا کرتا ہے۔ ربنا اغثنا غیثا مغیثا۔ تو آسمان پر بادل آتا ہے۔ موسلادھار بارش ہوتی ہے۔ زمین کی پیاس بجھتی ہے مردہ جان میں روح پڑتی ہے۔ زمین سبزہ زار ہو جاتی ہے۔ ٹہنیاں سرسبز و شاداب ہو جاتی ہیں۔ ناامیدی امید سے بدلجاتی ہے۔

اللہ الذی یرسل الریاح فتثیر سحابا فیبسطہ فی السماء کیف یشاء و یجعلہ کسفا فتری الودق یخرج من خلالہ فاذا اصاب بہ من یشاء من عبادہ اذا ھم یستبشرون	اللہ ہے جو چلاتا ہے ہوائیں۔ پھر وہ اٹھاتی ہیں بادل کو، پھر پھیلا دیتا ہے اسکو آسمان میں جس طرح چاہے اور کرتا ہے اسکو تہ بہ تہ پھر تو دیکھے مینہ کو کہ نکلتا ہے اس کے بیچ میں سے۔ پھر جب اسکو پہونچاتا ہے جسکو کہ چاہتا ہے اپنے بندوں میں۔ تب ہی وہ لگتے ہیں خوشیاں کرنے۔

تو وہ خدا جس نے انسان کو جسم اور روح دونوں کے ساتھ پیدا کیا اور جس طرح جسم کی حیات اور بقا کے لئے ہر قسم کا سامان پیدا کیا اسی طرح روح کے لئے بھی حیات و بقا کا سامان مہیا کیا جس طرح جسم انسانی غذا کے لئے تڑپتا ہے۔ اسی طرح روح رشد و ہدایت کے لئے تڑپتی ہے جس طرح بارش کے نہ ہونے سے کھیتی خشک ہو جاتی ہے درخت کی ٹہنیاں مرجھا جاتی ہیں۔ رنگین پھول سرسبز پتیاں اپنی فطری زیبائش کھو دیتی ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح نیکی کی کھیتیاں سوکھ جاتی ہیں۔ عدالت کا چمنستان ویران ہو جاتا ہے۔ خدا کے کلمہ حق کا شجرہ طیبہ مرجھا جاتا ہے۔ سچائی کے رنگین

ورق اور خوشنما پھول بکھر جاتے ہیں تو روح انسانیت بارگاہ الٰہی میں رحم کے لیے چیختی ہے۔ یہاں زمین کو موت سے بارش بچالی ہے وہاں انسانیت کو ہدایت بچاتی ہے۔

چنانچہ یہ زمانہ تھا ایسی روحانی قحط سالی اور اخلاقی خشک سالی اور بربادی کا جب کہ انسانیت مضطرب تھی۔ آدمیت تڑپ تڑپ کر دعائیں مانگ رہی تھی۔ تفتیدہ جگر اور خشک لبوں کی گرم آہیں ساتوں آسمانوں سے گذر کر عرش معلیٰ تک پہونچ رہی تھیں۔

چنانچہ رحمت حق نے خاکدان ارضی کی طرف توجہ فرمائی۔ بلبلاتی ہوئی اور مضطرب انسانیت کی پکار سنی۔ اور چھٹی صدی عیسوی ماہ ربیع الاول میں بحر احمر کے ساحل پر ریگستانی علاقہ میں سلطنت الٰہی کا ظہور ہوا۔ اور ایک یتیم ولاوارث بچہ آمنہ کی گود میں مظہر جلال خداوندی بنکر نمودار ہوا۔ جس کا باپ اپنے لخت جگر کی پیدائش سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو چکا تھا۔ فقط ایک ماں کی شفقت بھری آغوش تھی۔ دادا اور چچا کا سایہ تھا۔ اور کچھ نہ تھا۔ ظاہر بین نگاہیں سمجھتی تھیں کہ یہ ایک بے یار و مددگار بچہ ہے۔ جو ماں کی آغوش میں پرورش پا رہا ہے۔ کچھ ہی دن گذرے تھے کہ آغوش مادری سے بھی محروم کر دیا گیا۔ جو بچے والدین کے زیر سایہ عیش و عشرت کے گہوارے میں جھول کر زندگی گذار رہے تھے۔ اور دنیا کے ہر قسم کے آرام اور خوشی سے ہمکنار تھے اس کو کب اقبال و سعادت کے مقابلہ میں اپنے آپ کو کہیں زیادہ خوش نصیب سمجھتے تھے لیکن یہ کس کو معلوم تھا کہ یہ ظاہری تربیت گاہ سے محروم بچہ حقیقتاً دریتیم ہے۔ سعادت و اقبال کے آسمان کا روشن ترین آفتاب ہے۔ عرب خشک بے آب وگیاہ خطہ میں جلوہ الٰہی کا مظہر ہے۔ عالم کے لیے رحمت ہے۔ تخلیق عالم کا منشا ہے جس کا رشتہ دنیاوی رشتوں سے بالاتر ہے جس کا تعلق خالق سے ہے مخلوق سے نہیں۔ مالک سے ہے ملوک سے نہیں، اس کا عیش دنیاوی عیش سے بالاتر حقیقی ہے، مجازی نہیں۔ اسلئے بھیجا گیا ہے کہ دنیا کو ایک سلک میں منسلک اور ایک بندھن میں باندھ دے۔ انسانی تعبد کی زنجیریں کاٹ دے۔ جان و مال کا احترام قائم کر دے۔ بارگاہ ایزدی میں سرکش اور طاغوتی گردنیں جھکا دے۔ اور وہ عہد الست یاد دلائے جو روحانی کانفرنس میں باری عز اسمہ کی بارگاہ میں کیا گیا (الست بربکم قالوا بلیٰ)۔

چنانچہ اس نے اپنے معجزانہ زور و توانائی سے قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ دیئے۔ رومتہ الکبریٰ کے مقدس ایوانوں کی دیواریں ہلا دیں۔ انسانی تعبد اور غلامی کی بیڑیاں اپنی غیر آہنی شمشیر سے کاٹ دیں۔ امراء و سلاطین کو انکے غیر انسانی مرتبہ سے انسانی مرتبہ پر پہنچایا

عام انسانوں کو سر بلند کیا اور سرکشی کے دیوتا کو سرنگوں کیا۔ دنیا میں مساوات قائم کی۔ اور شہنشاہیت کو فنا کر کے جمہوریت کی بنیاد ڈالی۔ غلام اور آقا۔ حاکم و محکوم کا فرق۔ تفاخر نسبی کو یکسر مٹا دیا۔ یہ معجزانہ قوت و توانائی کیا تھی جس نے روحانی دنیا میں روحانی انقلاب کر دیا۔ وہ حقیقتاً ایک روحانیت بھری آواز تھی جو بوقبیس کی بلند پہاڑی پر عظیم الشان اجتماع میں ایک انقلابی کی زبان مبارک سے نکلی۔

تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ و لا نشرک بہ شیئا و لا یتخذ بعضنا بعضاً اربابا من دون اللہ

آؤ ایک بات کی طرف جو برابر ہے ہم میں اور تم میں کہ بندگی نہ کریں مگر اللہ کی۔ اور شریک نہ ٹھہرائیں اس کا کسیکو اور نہ بناوے کوئی کسیکو رب سوائے اللہ کے۔

اس آواز کا نکلنا تھا کہ گنبد عالم میں گونج پیدا ہوئی۔ تمام سرکش اور طاغوتی حکومتیں لرز اٹھیں۔ انسانی الوہیت کا دیوتا اوندھے منہ گر پڑا۔ شہنشاہیت کا طلسم ٹوٹ گیا۔ غلام اور آقا کا فرق اٹھ گیا۔ حاکم و محکوم کا امتیاز ختم ہو گیا۔ بیت المال خزانہ عمومی بنگیا۔ اور تمام انسان مساوی المرتبہ قرار پا گئے۔ عرب کے شہنشاہ نے نہ اپنے لئے کوئی امتیازی محل تیار کرایا۔ نہ مخمل کے فرش بچھائے نہ سونے چاندی کی کرسیوں سے دربار سجایا۔ اور نہ اپنا مرتبہ ہی عام انسانی مرتبہ سے بالا بنایا۔ بلکہ اعلان کر دیا کہ

ایک دوسرا اعلان خاص قبائل عرب کے لئے وادی مکہ کے ایک بڑے اجتماع میں فرمایا۔ جس سے عرب کی پر شور و شر فضا میں سکون پیدا ہو گیا۔ مطلع عرب سے خونی بادل چھٹ گئے۔ مسموم ہوائیں بند ہو گئیں۔ اور امن کا سبق آموز بادل رحمت بنکر آسمان عرب پر چھا گیا۔ چین و اطمینان، محبت و انسیت، اخوت و رواداری، شرافت و احترام کی مست اور دلپسند ہوائیں چلنے لگیں۔ وہ اعلان کیا تھا؟ جس کی تاثیر تیر بہدف ثابت ہوئی۔ وہ ایک قول و عمل کا مجموعہ تھا۔

الا ان دمائکم و اموالکم حرمت علیکم کحرمۃ یومکم ھذا فی شھرکم ھذا فی بلدکم ھذا الا کل شیء من امر الجاھلیۃ تحت قدمی موضوع ودماء الجاھلیۃ موضوعۃ و ان اول دم اضعہ من دمائنا دم ابن ربیعۃ الحارث (الحدیث صحاح)

دنیا میں ہمیشہ بڑے بڑے انقلاب ہوئے ہیں اور جبتک یہ دنیا قائم ہے۔ برابر انسانیت کو ان انقلابات سے دوچار ہونا پڑیگا۔ انقلابات کا تعلق ہمیشہ شخصیتوں سے ہی رہا ہے ہر زمانہ

میں کوئی نہ کوئی شخصیت ایسی پیدا ہوتی رہی ہے جس کے ہاتھوں دنیا بڑے بڑے انقلابات سے ہمکنار ہوئی۔ لیکن اگر ان انقلابات کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو ہمیں شمشیریں۔ توپ۔ اور تفنگ جنگی اور حربی اسلحہ و آلات ہی ملیں گے۔ جن سے اس قسم کی مہمات سر کی گئیں۔ اور انقلابات میں اولاً ملک کو بڑے بڑے خطرات اور خوں ریزیوں اور تباہیوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ پھر کہیں جا کر امن و چین نصیب ہوا۔ لیکن یہ انقلاب چھٹی صدی عیسوی میں رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ہوا اس میں نہ شمشیریں ہیں نہ کشت و خون ہے اور نہ تباہی و بربادی ہے۔ اور نہ اس قسم کی مشکلات ہیں جو عموماً انسانوں کے انقلابات میں ہوا کرتی ہیں۔ دنیا اگر کسی انقلابی کی زندگی سے سبق حاصل کرنا چاہے، تو وہ رحمت للعالمین ؐ کی ہی حیات طیبہ ہے۔ دنیا میں اس سے بہتر کوئی انقلابی آیا اور نہ آ سکتا ہے۔ یقیناً اگر انقلابات اسی سیرت پر ہوں تو دنیا ہر قسم کے خطرات سے محفوظ رہ سکتی ہے۔ اور دنیا کی مصیبتوں کا صحیح علاج ہو سکتا ہے۔

خبردار مت گھبراؤ

اگر آپ ملک کو آزاد دیکھنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ غلامی کی زنجیروں کو توڑنا چاہتے ہیں

اگر آپ باوجود تعلیم یافتہ ہونے کے ملازمت کے واسطے پریشان ہیں

اگر آپ چاہتے ہیں کہ دولت آپ کے قدم چومے۔

اگر آپ عیش و عشرت سے زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔

اگر آپ باوجود ملازمت پیشہ ہونیکے اپنے خالی وقت میں کوئی باعزت کاروبار کرنا چاہتے ہیں۔

اگر آپ تھوڑا وقت اور سرمایہ لگا کر معقول منافع چاہتے ہیں

اگر آپ بغیر ایک پیسہ خرچ کئے پچاس ساٹھ روپے ماہوار کمانا چاہتے ہیں

تو آج ہی پہلی فرصت میں ہمیں ایک کارڈ لکھ کر ہماری کتاب "رہنمائے تجارت" جو گورنمنٹ آف انڈیا سے رجسٹرڈ ہو چکی ہے بالکل مفت طلب کریں جس میں آپ کو ساٹھ تجارت کی ایسی نایاب اسکیمیں ملیں گی جو آپنے ابتک نہ سنی اور نہ ہی کسی کتاب میں دیکھی ہونگی۔ یقین جانیئے کہ رہنمائے تجارت ہفتوں میں آپکی تنگدستی کو خوشحالی میں بدل دیگی۔ خط لکھتے وقت اخبار کا حوالہ ضرور دیجئے۔

المشتھر:۔ مولوی محمد یوسف مرادآبادی رجسٹرڈ اینڈ کو لائل پور پنجاب

نعت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم

شہنشاہِ رسولاں تاجدارِ نوعِ انسانی — علمبردارِ دینِ حق، چراغِ راہِ ایمانی
مجسمِ خلقِ قرآنی، سراپا نورِ عرفانی — امام الانبیاء والاولیاء، محبوبِ سبحانی
فروغِ ملتِ بیضا، ورشکِ ماہِ کنعانی — نواسنجِ حقیقت، حاملِ تعلیمِ قرآنی
بہارِ گلستانِ دہر، صدرِ بزمِ امکانی — حقیقت آشنائے رمزِ الہامات یزدانی
طلاطم خیز موجوں میں پریشاں کن ہواؤں میں — بچائی اس نے غرقابی سے ہی کشتیِ انسانی
خزاں آلودہ گلشن کو، تحسر خیز منظر کو — نشاط افزا بہار روح بنایا رشکِ بستانی،
یہ دنیا کفر کی کالی گھٹا سی جبکہ نگوں تھی — رخِ انور کی تابش سے بنایا اسے نورانی
دلوں کی سرزمیں جب تشنۂ موجِ سعادت تھی — وہ برسا بنکے عالم میں مثالِ ابرِ نیسانی
جلا کر خرمنِ جور و جفا کو خاک کر ڈالا — رہینِ چشمِ ساقی ہی ہے یہ برق سامانی
دلِ صد چاک کو معمورِ عرفاں کر دیا اسنے — متاعِ علم و عرفاں کی جہاں میں کر دی ارزانی
اسی کے دم سے وابستہ فروغِ عالمِ ہستی — کرن کی شعلہ افشانی ہو گل کی چاک دامانی
فضائے بزمِ امکاں میں لگائے چار چاند اسنے — اسی سے ہو درخشانی اسی سے جلوہ افشانی
گدایانِ جہاں کو جسنے تاجِ سروری بخشا — سکھایا جسنے وحشیوں کو دستورِ جہانبانی
رکھی بنیادِ عدل و معدلت کی جس نے گیتی میں — مٹا جس کی بدولت ظلم و بیداد و ستمرانی،
غلاموں مالکوں کو ایک ہی صف میں کیا جسنے — مساوات و اخوت کا وہ تھا اس دہر میں بانی
غریبوں کی، یتیموں کی اسی نے دستگیری کی — بتائے اسنے دنیا کو حقوقِ صنفِ نسوانی
محمد مصطفےٰ ہے نام اس کا بزمِ عالم میں — اسی شمعِ ہدایت سے ہوئی عالم میں تابانی
مقدس اسکی ہستی ہے مبارک ذات ہے انکی — ازل سے محوِ شوقِ دید جسکی چشمِ انسانی
ہویدا ہے ستائشِ منقبت اسمِ گرامی سے — محمد (صلعم) یعنی اک مجموعۂ اخلاقِ ربانی
مہ و انجم زمین و آسماں دنیا کا ہر ذرہ — اسی کے فیضِ اقدس سے ہیں سب سرگرمِ جولانی

نمی گفتم سخن اے وجدی ہمہ جذباتِ پنہانم
کہ در مضمون فراوانی و ہستم تنگ دامانم

(مولوی) سید عابد وجدی
سہسنی بھگوی روہیلکھنڈ

یتیم بچہ

مسلسل اصلاحی افسانہ

گزشتہ جمادی الاول تک یہ مسلسل افسانہ شایع ہوتا رہا، مگر پھر اشاعت کا موقعہ نہ ملا آئندہ انشاء اللہ مسلسل شایع ہوگا، گزشتہ اشاعتوں کے مضامین کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

خلاصہ:- غابر اور غادرہ سمندر کا سفر کر رہے تھے طوفان آیا، جہاز غرق ہونے لگا۔ غابر وہیں ڈوب کر ختم ہو گیا۔ غادرہ کو ایک کشتی میں ڈالدیا گیا، کشتی ساحل پر پہنچی، غادرہ دردزہ میں مبتلا ہو گئی ایک بچہ پیدا ہوا، مگر غادرہ کا انتقال ہو گیا، بچہ کا نام "یقظان" قرار دیا گیا ہے۔ بچہ کشتی میں پڑا رہا۔ ایک گیدڑ اسکو باہر اوٹھا لایا، مگر ابھی اسکو مارنے نہ پایا تھا کہ بھاگ گیا، اوس کے قریب ہرنی نے بچے دے رکھے تھے۔ دوپہر چھا رہی تھی۔ ہرنی کے بچے یقظان کے پاس آگئے، ہرنی آئی ہے اور اسکو دودھ پلا جاتی ہے۔ اسی صورت سے پرورش پاتا رہا۔ گھاس پات اور پھل وغیرہ کھاتے ہوئے وہ سوچنے اور سمجھنے کے قابل ہو گیا۔ اوس نے اپنے بچاؤ کے لئے ایک ڈنڈے کے کنارے کو گھس کر نوکدار کر لیا، جس سے وہ خفا ہوتا اوسکے نوک چبھا دیتا، رفتہ رفتہ سن شعور کو پہونچا، تو اوسکو برہنگی کا احساس ہوا۔ اوس نے اول پتوں سے بدن ڈھانکا، مگر سردیوں میں وہ بیکار رہے۔

یقظان نے بہت غور خوض کیا اور طے کیا کہ جو لباس جانوروں کا ہے کسی طرح وہ بھی حاصل کرلے۔ تاکہ سردی سے نجات ملے۔ اوسکو اچھا موقعہ ہاتھ آگیا کہ ایک ریچھ مرا ہوا مل گیا جس کا گوشت مردار خور جانوروں نے کھا لیا تھا۔ اوسکی کھال اسنے اتار لی۔ مگر وہ بدبودار اور تر تھی، تو اسپر مٹی ملدی تاکہ خشک ہو جائے اور بدبو جاتی رہے اور پھر اسکو دھوپ میں ڈالدیا۔ (آئندہ ملاحظہ ہو)

دو چار روز کی دھوپ سے کھال خشک ہو گئی۔ بدبو جاتی رہی مگر وہ اتنی سخت ہو گئی کہ بدن پر لپیٹنا مشکل تھا، یقظان سخت چیزوں کو پتھر سے توڑ لیا کرتا تھا اس لئے کھال کو بھی پتھروں سے چھیتا جس سے اسکی سختی جاتی رہی اب اس نے کھال کو بدن پر لپیٹا، آج یقظان بہت خوش تھا، اوسکو لباس مل گیا جس نے اوسکی برہنگی کو بھی دور کر دیا تھا اور سردی

سے بھی اوسکو نجات دلادی تھی ۔ یقظان ایک عرصہ تک یہی کھال اوڑھے پھرا ۔ اسکے کنارے چھوٹ جاتے تھے اس نے انکو جوڑنے کے لئے کچھ کانٹے لیے اور کھال میں گھسا کر کنارے جوڑ لیئے ۔ لیکن یہ کانٹے اسکے لئے تکلیف دہ تھے ، وہ کبھی کبھی بدن میں گھس جاتے تھے ۔ رات کو اور بھی زیادہ پریشان کرتے تھے ، اور پھر دن میں کئی کئی بار کانٹے بدلنے پڑتے تھے کیونکہ پہلے کانٹے ٹوٹ جاتے تھے ۔

یقظان نے پھر غور کیا ۔ اور کانٹوں کے بجائے کوئی اور چیز تجویز کرنی چاہی ۔ دفعتہ اوسکو خیال آیا کہ چند بالوں کو کھال میں سے اوکھیڑے اور کانٹوں سے کھال میں سوراخ کرکے بالوں سے باندھ لے ۔ جب وہ بالوں کو کھال میں سے نوچ کر انکو سوراخوں میں گھسانا اور کناروں کو باندھنا چاہتا تھا ، تو دفعتہ اوسکی انگلیوں نے گردش کرکے بالوں کو بٹ دیا ، اور اب وہ اون کے ڈورے ہوگئے ، وہ بال کچھ چھوٹے تھے ۔ لیکن کچھ آگے پیچھے ہوکر جب وہ بٹے گئے تو اب وہ ایک لمبا ڈورا ہوگیا ۔ اسکے فکر نے کچھ اور ترقی کی ۔ اور اس طرح بالوں کو ملا ملا کر ایک لمبی رسی سی بنالی ، اور اس طرح بالوں کے کانٹے کا ایک تخیل اوسکے ذہن میں آگیا ۔

بُننا ﴾ یقظان ایک عرصہ تک اسی طرح کھال پہنتا رہا ۔ جب ایک کھال بوسیدہ ہوجاتی وہ دوسری کھال حاصل کرتا ، اور اسکو پہنتا مگر وہ کھال کی گرانی اور سختی سے تنگ آگیا تھا وہ کسی ایسی نرم چیز کی تلاش میں تھا جو اوسکے بدن کو تکلیف نہ دے ۔ اوسکی آرزو ہوئی کہ کوئی صورت ایسی ہو کہ صرف بالوں کا ہی لباس بنسکے ۔ وہ اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو دیکھا کرتا تھا ، کہ جب جال ڈال لیتا ہے تو ساری انگلیاں ایک سطح میں ہوجاتی ہیں ۔ اس نے درخت کی شاخوں اور بیلوں کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے میں گھسکر بوریا سا بنجاتی ہیں ۔ اوسکے ذہن میں خیال آیا کہ کسی طرح اون کے ڈوروں کا بھی جال سا بناکر ایک لمبا چوڑا کھال جیسا لباس بنانا چاہیئے ۔

بہت غور کے بعد اوس نے بہت سی کھونٹیاں بنائیں اور انکو زمین برابر دور تک گاڑ کر دھاگوں کا تانا تندیا ، اوسکے بعد دوسرے ڈورے عرض میں ڈالکر بننا شروع کیا ۔ اور ایک کمبل بنالیا ۔ آج یقظان بہت کامیاب اور خوش تھا ، کیونکہ اسکو کپڑا بننا آگیا تھا ۔

خیمے ﴾ یقظان غاروں میں چھپ کر بارش اور سردی سے بچا لیتا تھا ، لیکن یہ غار اوسکے لئے بہت خطرناک تھی ۔ اسنے دیکھا تھا کہ وہی سانپ جس نے ایکمرتبہ اوسکے سامنے ایک جانور کو ڈس لیا تھا ، تو وہ مرگیا تھا ۔ وہ ان غاروں میں نکل آتے ہیں ۔ لیکن غار کے سوا اوسکے لئے بارش سے بچاؤ کی کوئی صورت بھی نہیں تھی ۔ اس نے جب کھالوں کا لباس بنانا اور بالوں کے ڈورے بننا سیکھ لیا تو پھر اسکے ذہن نے

اللہ حق بالسابق

الملك العضوض والخلافة الراشدة

(۲)

بقلم حضرة الاستاذ العلامة مولانا عبد الحق المدني الصدر السابق لجمعية علماء الهند
(ومدير الجامعة القاسمية في مراد آباد)

والحاصل انه لما كان ذالك الاستبداد مذموما ببداهة العقل وصريح النظر لاجرم التجاءت الملوك الى السياسة العقلية بتاسيس قانون واقامة نظام مرتب بآراء اعيان الملك وكبراء البلاد - من الزعماء والرؤساء الذين يسمون بالملاء - وقلما ترى امةً تخلو عن جماعة خاصة هي مرجع العوام كافة يتصرفون فيهم كيف شاؤا - ويحثونهم على ما ارادوا - خيرا كان او شراً

وانظر الى قصص الانبياء عليهم الصلوة والسلام - من لدن نوح الى اٰخرهم لكل نبي قوم - ولكل قوم ملأٌ

حاصل یہ ہے کہ چونکہ بادشاہوں کا یہ استبداد اور ذاتی خود رائی صریحاً اور بداہۃً - عقلاً اور فکراً مذموم اور قبیح تھی - لامحالہ بادشاہ خود سیاست عقلیہ کی جانب مجبور اور مضطر ہوئے - جو کسی ایسے قانون کی تاسیس اور کسی ایسے نظام کے ذریعہ سے وجود میں آئے جو ارکان ملک اور شہروں کے عمائدین کے مشوروں سے مرتب کیا گیا ہو - یہ قانون ایسے زعماء اور رؤسا کے ذریعہ سے مدون اور مرتب کیا گیا - جن کو قرآن کی زبان میں ملأ کہا گیا (پارلیمنٹ) آپ گذشتہ اقوام میں سے کسی قوم کو بھی ایک مخصوص جماعت سے خالی نہ پائیں گے -

یہی جماعت عوام کا مرجع اور پناہ گاہ ہوتی ہے اور یہ جماعت عوام کے معاملات میں جس طرح چاہتی ہے تصرف کیا کرتی ہے - اور جس اچھے یا برے کام پر چاہتی ہے عوام کو ابھارا کرتی ہے -

آپ سیدنا نوح علیہ السلام کے زمانہ سے آخر تک تمام انبیا علیہم السلام کے حالات کا مطالعہ کیجیے - قرآنی زبان میں ہر نبی کے لئے ایک قوم ہے اور ہر قوم کے لئے ایک ملأ (پارلیمنٹ یا مجلس اعلیٰ)

[illegible]

قال الملاء الذین کفروا- قال الملأ الذین استکبر- قال الملأ من قوم فرعون- فهولاء الملأهم الذین یتصرفون فی العوام ویتسلطون علےٰ عقولهم- فیقلبون افئدتهم وابصارهم

ولا محیص للملوك عن التمسك بمثل هولاء فی تنفیذ ما یریدون اجراءه من اغراضهم الشخصیة- ومصالحهم الذاتیة

وهولاء الزعماء والرؤساء هم الذین یترشحون لهذه المناصب ویتصدرون فی مجالس الملوك- بانتخاب صادر من الملك نفسه وهو لا ینتخب الا من یعلم انه لا یحید عن رأیه ولا یمیل عن غرضه- فهم لا ینطقون الا بلسانه ولا یدرکون الا بجنانه

فالقوانین التی تقررهناك ظاهرها صادر عن اتفاق اراء الزعماء- والامناء الناظرین فی مصالح العباد- ومنافع البلاد- وباطنها مصلحة خاصة

ملاحظہ ہو- قال الملأ الذین کفرو- قال الملأ الذین استکبرو- قال الملأ من قوم فرعون ان سب آیات ہیں اور اس مضمون کی تمام آیات میں ملأ کا لفظ استعمال کرتے ہوئے اُس کے تصرفات کا ذکر کیا گیا ہے یہی ملأ یا ارکان پارلیمنٹ ہوتے ہیں جو عوام کے معاملات میں جس طرح چاہتے ہیں تصرف کرتے ہیں- اُن کی عقلوں پر مسلط رہتے ہیں اُنکے دلوں اور اُنکی نظریوں میں جسطرح چاہتے ہیں انقلاب.

بادشاہ اور ملوک اپنی شخصی اغراض اور ذاتی مصلحتوں کے جاری کرنے میں ان ہی جیسے اراکین دولت کا سہارا پکڑنا ضروری سمجھتے ہیں- اس کے بغیر ان کے لئے نجات کی شکل نہیں ہوتی-

(دوسری طرف) یہ زعما اور عمائدین وہی ہوتے ہیں جو اس قسم کے مناصب کی تمنا میں رہتے ہیں اور اسی غرض سے بادشاہوں کی مجلس کے حاضر باش ہوتے ہیں- اور خود غرض بادشاہ ان کا انتخاب بذات خود کیا کرتے ہیں- اور ظاہر ہے کہ خود غرض بادشاہ اسکو منتخب کریگا جسکو سمجھے کہ وہ بادشاہ کی رائے سے ایک انچ بھی نہیں ہٹ سکتا اور بادشاہ کی غرض پوری کرنے سے کبھی بھی اغراض اور کوتاہی کا اظہار نہیں کر سکتا-

اس قسم کے زعمار بادشاہ کی زبان سے ہی بولا کرتے ہیں اور اُسی کے ضمیر سے غور و فکر کیا کرتے ہیں اس قسم کی پارلیمنٹ سے جو قانون اور تجاویز منظور ہوں وہ اگرچہ بظاہر زعمار اور لیڈروں کے غور و فکر اور پوری طرح سوچ بچار کے بعد صدور پذیر ہوتی ہیں جنکی نظر بظاہر مصالح عباد اور منافع بلاد میں منہمک رہتی ہے- مگر در پردہ وہ ایک ایسی مصلحت ہوتی ہے جو مخصوص طور پر..

بذات الملك و شيعته و عظماء دولته و خواص مملكته فهم يلبسون على العوام بانها سياسة ملوكية و طورا يغرونهم انها اقتضاء اشرعية على ان هذه المظالم ما حدثت بعد انقضاء دور الخلافة الراشدة - الا انها كانت بموضع خفاء من العوام لقلتها و غلبة الصلاح فى الاعصار الخالية حتى انها ربما خفيت على الملك نفسه فى بعض الادوار - لان اولئك الامناء كانوا يحسنون تلك المظالم و ربما ايدوها بالادلة الشرعية - وكانت الملوك تعتمد عليهم لفضل مكانتهم فى العلم و ظاهر العمل - ثم لا زال ذلك الامر يترقى شيئا فشيئا حتى فشا و عاد كفرا بواحا - و ذلك لقلة اعتداد الملوك بتحصيل العلم و عدم معرفتهم بالاحكام الشرعية - فاستبد عند ذلك رجال الملك و انتهزوا الفرصة لتحصيل اغراضهم و استحوذوا على الملك اى استحواذ

ولما انتهت المسئلة الى هذه الحالة الفظيعة ادت الى ضياع الدين

بادشاہ کی ذات سے وابستہ ہوتی ہے - یا اُس کی پارٹی اور اُسکی حکومت کے سر برآوردگان اور اُسکی سلطنت کے خواص اور مقربین کی غرضیں ہوتی ہیں (جو خدمت خلق اور بہبودی عالم کی چولی پہنکر نمودار ہوتی ہیں) - وہ عوام کو دھوکہ دیتے ہیں کہ یہ ملکی سیاست ہے اور بسا اوقات دھوکا دیتے ہیں کہ شریعت غرا کا عین تقاضا ہیں -

علاوہ ازیں اس قسم کی ستم ظریفیاں اگرچہ خلافت راشدہ کے ختم ہونے پر ہی شروع ہوگئی تھیں مگر وہ اولاً غیر معلوم اور عام نظروں سے پوشیدہ تھیں - کیونکہ ان کی مقدار کم تھی اور رشد و صلاح کا اس زمانہ میں غلبہ تھا - حتی کہ بسا اوقات خود بادشاہوں کو محسوس نہ ہو سکیں - کیونکہ ارکین دولت ان مظالم کو نیک کاموں کی شکل میں پیش کیا کرتے تھے - اور بسا اوقات اُن کی تائید میں شرعی دلائل بھی گھڑ دیا کرتے تھے - اور اُن کے علم اور ظاہری عمل کی عظمت کے باعث بادشاہ انپر اعتماد کیا کرتے تھے - پھر یہ صورت رفتہ رفتہ ترقی کرتی رہی - حتیٰ کہ وہ عام ہوگئی - اور اب نظام حکومت صریح کفر ہو گیا اور اس کا باعث یہ تھا کہ ان بادشاہوں نے تحصیل علوم کی طرف توجہ نہ کی تھی احکام شریعت سے وہ واقف نہ تھے - چنانچہ ملک کے زعما اور سرغنہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مستبد اور خود رائے ہو گئے اپنی اغراض حاصل کرنیکے لئے موقعہ کو غنیمت جانا - اور بادشاہ پر پوری پوری طرح غلبہ پا لیا -

اور جبکہ معاملہ اس ناگوار حالت کو پہنچ چکا - اور بربادی دین کی نوبت آگئی -

سلبت الحکومۃ من ایدی المسلمین وبقیت ضیاعاً فتلقفہا الاعداء وفعلوا بدینہم الذی لاعدل فیہ ولا انصاف واخذوہم بالجور والاعتساف ولارضاء العامۃ بما یجرونہ من الاحکام الجائرۃ طفقوا یعملون بتلک السنۃ القدیمۃ من تاسیس مجلس مشتمل علی الرؤساء الذین یقضون علی الخلق باراءہم ویستبدون فی سفک دماءہم ونہب اموالہم۔ فعملوا بذلک مدۃ من الزمان حتی تیقظ قوم من الوطنیین للدفاع عن حقوق البلاد۔ وحریم العباد۔ فطالبوا الحکومۃ برفض ذلک الانتخاب الصادر عنہا وعن رجالہا۔ وتفویض امر الانتخاب الی الرعیۃ فانہا تنتخب برائہا من تعتمد علیہ وتأتمنہ علی نفسہا ومالہا۔

وبعد اللتیا والتی اضطرت الحکومۃ الی تنفیذ ذلک باعطاءہم بعض الحقوق التی بذلوا فی تحصیلہا نفوسہم واموالہم

تو مسلمانوں کے ہاتھوں سے حکومت چھین لی گئی۔ اور جو باقی رہی وہ تباہ حال۔ اب دشمنان دین نے اسکو دبوچ لیا۔ اور اپنے مذہب اور خیالات کے بموجب عمل شروع کردیا جسمیں عدل و انصاف کا نام ونشان نہ تھا۔ اور اب عام باشندگان ملک کو ظلم وتعدی کی گرفت میں لے لیا۔

اور پھر اپنے ستم پرور احکام کو جاری کرنے کی غرض سے عوام کی خوشنودی کے لئے اسی پرانے ڈھچر پر عمل کرنے لگے کہ ایک ایسی مجلس بنائی جائے جو ایسے سرداروں اور رؤسا پر مشتمل ہو جو اپنی رائے کی بموجب مخلوقات پر اپنے فیصلے نافذ کرتے رہیں اور انکی خون خرابہ کرنے اور مالوں کے لوٹنے میں جبر و استبداد سے کام کرتے رہیں - چنانچہ وہ ایک زمانہ تک اسی پر عمل کرتے رہے۔ حتّٰی کہ باشندگان وطن کی ایک جماعت بیدار ہوئی تاکہ شہری حقوق اور بندگان خدا کی حرمت کے تحفظ کے لئے مستبد اور جابر ارکان حکومت کی مدافعت کرے۔ چنانچہ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ اس انتخاب کو جو حکومت و ارباب سلطنت ملوک اور وزرا کی جانب سے خود ہی ہوجاتا ہے چھوڑ دے۔ اور انتخاب کا معاملہ رعیت کے سپرد کردے کیونکہ رعیت اپنی (آزاد) رائے سے صرف اسی کو منتخب کرے گی جس پر وہ اعتماد رکھتی ہو۔ اور جسکو اپنی جانوں اور مالوں کا امین قرار دیتی ہو۔ بہت کچھ چیاں چنیں کے بعد حکومت اس کے نافذ کرنے پر مجبور ہوئی۔ کہ رعایا (عام باشندگان ملک) کو کچھ ایسے حقوق دیدیے جن کے حاصل کرنے میں بہت جانیں اور مال خرچ کئے گئے تھے۔

تفوّض امرہا الا نتخاب الیہم وعمّت المسئلۃ سائر الاقوام فقام من
کل طائفۃ زعیمہا مترشحا لذ لک المنصب ۔ یطلبہ لنفسہ و یحث القوم
علی تائیدہ طالبا اصواتہم یبذل فی ذلک مبلغا جسیما من المال ۔ و
متی فاز بکثرۃ الاصوات ۔ و استحوذ علی کرسی الوزارۃ بتلک الترھات
تخلق بتلک الاخلاق ۔ و سلک مسلک الشقاق والنفاق ۔ فانی یرجی
لامۃ ھذا شانہا و شان زعماء ھا ان ینقذوا من حضیض الذل و
الھوان ۔ (باقی)

چنانچہ انتخاب کے معاملہ کو اہل ملک کے حوالہ کر دیا ۔ اس کے بعد یہ مسئلہ تمام اقوام عالم میں عام ہو گیا ۔ چنانچہ ہر ایک ٹولی اور فرقہ کی جانب سے اس کا لیڈر اور سرغنہ اٹھا تا کہ اس منصب کو حاصل کرنے کے لئے لوگوں سے عنایات کا خواہاں ہو ۔ جس کو وہ خود اپنے لئے طلب کر رہا تھا اور اپنی تائید اور اپنے لئے ووٹ حاصل کرنے کی غرض سے اپنی قوم کو برانگیختہ اور آمادہ کر رہا تھا اور اس کے لئے بڑی بڑی رقمیں خرچ کر رہا تھا

اور جب آوازوں اور ووٹوں کے ذریعہ سے کامیاب ہو گیا یا اسی قسم کی لغویات اور فریب بازیوں سے کرسی وزارت پر قبضہ حاصل کر لیا ۔ تو اس نے بھی وہی اخلاق و عادات اختیار کر لیں اور تفرقہ اندازی اور شقاق و نفاق کے راستہ پر گامزن ہو گیا ۔

پس جب کسی قوم اور اس کے زعما کی یہ شان ہو تو کیا توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ قوم پستی اور خواری سے نجات حاصل کرے گی ۔ (باقی)



مصلح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

از :- مولانا قاضی عبدالحفیظ صاحب اطہر المبارکفوری الاعظمی

چند لمحے کیلئے دنیا کے موجودہ ترقی کے دور سے تم اپنی آنکھوں کو بند کرلو - اور اپنی تمام توجہات کو اس پرفتن زمانہ کی طرف مبذول کرو جسے دور حاضرہ سے کسی قسم کی کوئی نسبت نہیں ہے یعنی جب ریل، موٹر، ہوائی جہاز، تار، بجلی، مشین اور پریس کی پیداوار نہ تھی - بلکہ ان چیزوں کا تخیل انسانی دل و دماغ کے لئے محال تھا، کائنات کی چھوٹی چھوٹی چیزوں چاند، سورج، ستارے، حجر، شجر، اور بحر و بر کی غلامی اور ہیبت نے انسانی قلوب کو اسقدر مسخر کرلیا کہ ان چیزوں کی طرف متوجہ ہونے کا موقعہ ہی نہ ملا - حتی کہ اپنی فطری چیز مذہب، تہذیب و تمدن، اور اخلاق تک کو ان کی غلامی پر قربان کر کے وحوش و بہائم کے ہمنوا ہو گئے تھے - جبکہ خدائے قہار و جبار کی تمام زمین ضلالت اور گمراہی کی اندھیری رات بنی ہوئی تھی، تمام عالم پر انسانیت سوز آتش برس رہی تھی فضائے عالم شرک و کفر کی مسموم ہوا سے معمور تھی، بساط ارض بدامنی قتل و غارت کا سمندر بنی ہوئی تھی، آسمان عرب پر جہالت کے ابر محیط تھے، ایران کے مرغزاروں میں آگ لگی تھی، مصر میں توہم پرستی کی حکومت تھی، ہندوستان پر تباہ کاریوں اور بدحالیوں کا تسلط تھا - یورپ ضلالت و گمراہی سے بالکل تاریک تھا، اور دنیا کی تمام آبادی جہالت و ضلالت کے پے در پے زلازل سے متزلزل تھی ایسی ناگفتہ بہ حالت میں آسمان والے مولا نے "ظلوم جہول" پر رحم فرما کر اپنی سنت قدیمہ کے مطابق ایک انسان کو کائنات کا مصلح اعظم بنا کر مبعوث فرمایا، جس کی اصلاح کسی ملک و ملت اور قوم و نوع سے کوئی خاص تعلق نہیں رکھتی، بلکہ وہ جملہ عالم عرب و عجم، اسود و احمر کا آخری رہبر اعظم ہے جو رحمۃ اللعالمین بنکر آیا جس کا مبارک نام محمد صلعم ہے - جس نے لڑکپن ہی میں بکریاں چرا کر بتلا دیا کہ آج جو بکریوں کا گلہ بان ہے کل تمام عالم کی گلہ بانی کریگا - اسکے دل میں حریت و آزادی کے لاتعداد دریاؤں کی متلاطم لہریں برابر جاری تھیں - اور شروع ہی سے یہ سوچتا تھا کہ خدائے ذوالجلال کی

کی اشرف ترین مخلوق انسان کی جبین نیاز سوائے مالک کون ومکان کے در کے کسی غیر کے سامنے ہرگز خم نہ ہونی چاہیئے۔ دنیا کی تمام طاقتیں انسانی طاقت کے سامنے بالکل ہیچ ہیں۔ اور ہاں اس ذات مقدس نے اپنے جذبات کا اظہار چالیس سال بعد کیا اور تمام کائنات کو خدائی پیغام پہونچا دیا کہ

"اے اللہ کے در سے بھٹکے ہوئے انسانو! آؤ میں تم کو اس ذات کی طرف بلاتا ہوں جس نے تم کو اشرف المخلوقات بنا کر کل جہان کا بادشاہ بنایا۔ ماسوائے اللہ سب تمہارے لئے ہیں صرف تم اللہ کے لئے ہو اے گلہ بانو! آؤ میں تم کو دین ودنیا کے ایسے اصول بتلاؤں جس پر چلکر تم جہاں بان ہو جاؤ اے غرور وتکبر کی نظر سے گرے ہوئے خاک نشینو! آؤ میری تعلیمات پر عمل کرکے تخت نشین بنکر آسمان عزت ووقار کے نیر تاباں بنکر چمک جاؤ اور اے منزل مقصود کے گم گشتہ میری طرف آؤ میں تم کو اصلی منزل مقصود کی طرف لیجاؤں گا۔ میری بعثت کا مقصد ہی یہ ہے کہ میں تمام انسانوں کو ایسے مرکز پر لاکر کھڑا کردوں جو انسانیت کا واقعی مرکز ہے۔"

رہبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان عمیم محض کوہ صفا کے دامن میں بسنے والے انسانوں کے لئے ہی نہ تھا، کیونکہ وہ تمام کائنات کا مصلح اعظم تھا، رحمۃ للعالمین تھا، خاتم المرسلین تھا، یہ مبارک اور پر اثر آواز بطحا کی وادیوں ہی میں ٹکرا کر نہ رہ گئی۔ یہ عالی پیغام حدود عرب ہی میں محدود ہو کر نہ رہ گیا، بلکہ یہ صوت ہادی عرب کے پہاڑوں سے گزر کر چار دانگ عالم میں گونج اٹھی، اس آفتاب ہدایت کی نورانی شعاعیں دنیا کے ہر گوشہ میں نفوذ کر گئیں اور اقوام عالم نے اپنے دامنوں کو اس رحمت عام سے بھر لیا، اس مصلح اعظم کی مقدس تعلیم نے چند ہی دنوں میں عمرؓ، خالدؓ، ابوعبیدہؓ، عمروؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ جیسے ہزاروں انسانوں کو فاتح بنا دیا جن کے نام سے دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں اب بھی کانپ جاتی ہیں۔ اسی کی تعلیم نے طلحہؓ، زبیرؓ، عبد اللہؓ، عبد الرحمٰنؓ جیسے غیر متمدن ان کو ایسا تاجر بنا دیا کہ ان کی دولت اور زر وجواہر پھاوڑے سے کاٹ کر تقسیم ہوئے اور ہاں عامرؓ مصعبؓ، عبادہؓ جیسے لاکھوں جاہل کو علوم معارف کی وہ بلندیاں بخشیں کہ رموز قرآنیہ اور اسرار الٰہیہ کے تعلیم وتعلم کا پھریرا ان کے سروں پر اڑا۔ غرض انسانی ترقی کا کوئی دینی اور دنیوی زاویہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعلیمات سے خالی نہ رہا۔

مذکورہ بالا دعوے کی روشن دلیلیں اگر دیکھنا ہوں تو تاریخ اسلام کا مطالعہ کرو۔ اس رحمۃ للعالمین کے انقلابی کارناموں پر نظر ڈالو جس نے ۲۳ سال کی قلیل مدت میں بساط عالم الٹ دی اور فارس کی قدیم اور جابر وظالم سلطنت اور روم کی مضبوط ومتمدن بادشاہت کا اس صفحہ

ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ جانا اسکے عظیم الشان دعوت اصلاح کی ادنیٰ کامیابی ہے مغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ عنہ کی اس جوابی تقریر کے الفاظ پر غور کرو، جبکہ انہوں نے واقعہ قادسیہ سے پہلے رستم کی باطل قوت پر بے جا فخر ومباہات کے جوابات میں مجاہدانہ انداز میں کہا تھا:۔

اما ما ذکرت من عظیم سلطانکم و رفاهة عیشکم و ظهورکم علی الامم وما اوتیتم من رفیع الشان فنحن کل ذلک عارفون و ساخبرک عن حالنا ان اللہ وله الحمد انزلنا بقفار من الارض مع الماء النزر والعیش القشف یاکل قوینا ضعیفنا و نقطع ارحامنا و نقتل اولاد نا خشیة الاملاق و نعبد الاوثان فبینا نحن کذلک بعث اللہ فینا نبیا و اکرم ارحمة فینا و امرہ ان یدعو الناس الی شهادة ان لا الہ الا اللہ و ان نعمل بکتاب انزله الینا فامنا به و صدقناه فامرنا ان ندعو الناس الی ما امره اللہ به فمن اجابنا کان له مالنا و علیه ما علینا و من ابی ذلک سالناه الجزیة عن ید فمن ابی جاهدناه وانا ادعوک الی مثل ذلک فان ابیت فالسیف الاخبار الطوال لابی حنیفۃ الدینوری مطبوعہ ص ۱۲۱

اے رستم، جو کچھ تو نے متکبرانہ لہجہ میں اپنی وسعت سلطنت عیش وآرام اور غلبہ ورفعت کو بیان کیا ہم اسکو خوب جانتے ہیں، ہماری داستان انقلاب سن! اللہ تعالیٰ نے ہم کو ایسی بیکار جگہ میں پیدا فرمایا تھا، جہاں پانی کی قلت اور زندگی دوبھر تھی، قوی کمزور پر ظلم کرتے تھے، ہم قطع رحمی کرتے تھے اپنی صلبی اولاد کو فقر کے ڈر سے قتل کر دیا کرتے تھے، خدا کو چھوڑ کر بتوں کو پوجا کرتے تھے۔ ہم اسی ضلالت وگمراہی میں ڈوبے ہوئے تھے کہ اللہ جل شانہٗ نے ہمارے ہی اندر ایک نبی مبعوث فرمایا اور حکم دیا کہ تمام انسانوں کو کلمہ لا الہ الا اللہ کی طرف بلائے اور حکم دیا کہ ہم قرآن پر عمل کریں ہم نے اس نبی کی آواز پر لبیک کہا، اور اس پر ایمان لائے، اس کی تصدیق کی، ہمارے رسول نے ہم کو حکم دیا کہ ہم اہل دنیا کو اسلام کی طرف بلائیں اور جو شخص ہماری ملت میں داخل ہو وہ برابر میں اور جو شخص اسلام سے انکار کرے اس سے ہم ذلت کے ساتھ جزیہ وصول کریں۔ اگر جزیہ سے بھی انکار کرے تو ہم جہاد کرینگے لہٰذا میں تم کو بھی انھیں چیزوں کی طرف بلاتا ہوں اگر تم ان سب سے انکار کروگے تو یاد رکھو یہ تلوار تمہارا فیصلہ کریگی "

تم حضرت مغیرہؓ کے اس بیان پر غور کرو، معلوم ہو جائیگا کہ ہادی کائنات اور "مصلح اعظم" کی کونسی کرشمہ سازی نے عرب کے بادیہ نشینوں کو اسقدر بیباک کر دیا کہ بڑے بڑے بادشاہوں

(باقی صفحہ ۷ پر)

سورۂ فاتحہ کی سیاسی تفسیر

ترجمہ

مجمل بیعت تابعیت بدربار اعلیٰ حضرت واقدس ملک الناس جل مجدہٗ

یعنی تفسیر مختصر و تبویب سورہ عظیمہ فاتحہ

از

(حضرت علامہ غازی ابو الحامد مولانا محمد بن عبد اللہ انصاری مدظلہ العالی د مقیم کابل)

تمہید

تمہید کا سلسلہ "قائد" ماہ رمضان المبارک سے جاری ہے۔ اس وقت شائع شدہ حصہ کی دوبارہ اشاعت موزوں نہیں معلوم ہوتی۔ البتہ بیان ربط کے لئے اُس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

امن اور سلامتی عالم کی خدمت۔ نوع انسان کی بہترین خدمت ہے۔ جس کے لئے جس قدر ایثار اور قربانی بھی پیش کی جائے بجا ہے۔ لیکن بارہا کا تجربہ ہے کہ امن اور سلامتی عالم کے بلند بانگ دعووں سے عالم انسانی کو فریب دیا گیا۔ اور جب اپنی اغراض کا اُلو سیدھا ہو گیا۔ تو تمام دعوے فراموش ہو گئے۔ اور عالم انسانی بدستور تباہی و بربادی کا تختہ مشق بنا رہا۔

ایک عرصہ سے شور مچایا جا رہا ہے کہ عالم انسانی کی تمام بربادی مذہب کی بدولت ہے۔ لہٰذا سب سے پہلا فرض ہے کہ مذہب کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے۔

ہم آج کی صحبت میں چاہتے ہیں کہ اس الزام کی حقیقت پر واقعات کی روشنی میں نظر ڈالیں۔

حقیقت حال | اگر ہم کورانہ جہالت اور نادانی سے بلند ہو کر تاریخ کے ناقابل تردید اور متواتر واقعات پر نظر ڈالیں اور خود اُن واقعات کو سامنے رکھیں جن کو ہماری آنکھوں نے دیکھا ہے تو یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ ابتدا عالم سے لیکر اس وقت تک جس قدر خونی جنگ اور تباہی انگیز معرکے عالم وجود میں آئے۔ وہ صرف سیاسی مسائل کی تحریکات۔ اور حکومت و سلطنت کی خود غرضانہ آرزوؤں کی نحوستیں ہیں۔

عالم انسانی کی تاریخ اُٹھا کر غور سے پڑھو۔ تمہیں بادشاہوں کے تسلط۔ حکومتوں کی جبر و استبداد

کا نقشہ اول سے آخر تک خون انسان سے رنگا ہوا نظر آئے گا۔

آج بھی مشرق و مغرب کی امن سوز آویزش۔ انگلستان اور اٹلی۔ کانگرس اور برٹش۔ روس اور جاپان۔ امریکہ اور جاپان۔ جرمن اور فرانس۔ جاپان اور برطانیہ۔ فرانکو اور جمہوریہ اسپین وغیرہ وغیرہ کی باہمی کشاکش۔ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ کیا مذہب کو اس میں رتی برابر بھی دخل ہے۔ اور کیا آفتاب نیمروز کی طرح اس روشن حقیقت کا انکار کیا جا سکتا ہے کہ یہ تمام خونی پیچیدگیاں۔ یہ تمام فتنے اور فساد۔ صرف دولت اور حکومت کے ثمرات و برکات ہیں اور بس۔

بیشک مذہب کے نام پر بھی بسا اوقات جنگ کی گئی اور کی جاتی ہے۔ مگر کیا در حقیقت جہاں مذہب کا نام لیا جاتا ہے وہاں باعث فتنہ مذہب ہی ہوتا ہے۔ یا اپنی منحوس تمنائیں اور غرضیں ہوتی ہیں جن پر مذہب کا پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔

ممکن ہے تم عہد رسالت اور خلافت راشدہ کے معرکوں کو بطور دلیل پیش کرو۔ مگر مہربانی فرماکر آپ اس کا جواب دیدیجئے کہ ابوجہل اور ابولہب یا کیسرو قیصر کی طاغوتی طاقتیں اس کی مجرم کیوں نہیں قرار دی جاتیں۔ اور کیا واقعی ان فرعونی قوتوں کو مذہب کا تحفظ مقصود تھا یا اپنی فرعونیت کو محفوظ رکھنے کے لئے بھولے بھالے عوام الناس کو مذہب کے دام فریب میں اُبھار رکھا تھا۔ اب فتنہ انگیز کون ہوا۔ امن عالم کی دعوت دینے والا۔ یا ابوجہل اور ابولہب

پیچیدہ اشکال لیکن ایک پیچیدہ اشکال یہ ہے کہ انسان فطری طور پر مدنی الطبع۔ اور اجتماع پسند واقع ہوا ہے۔ مل جلکر رہنے کا عادی ہے۔ سوسائٹی یا سماج (عشیرہ اور برادری) کے بغیر اس کے لئے زندگی محال ہے۔ اب امن وامان کی زندگی اور حیات اجتماعی کی سعادت کے لئے لامحالہ ایک نظام کی ضرورت ہے۔ جس میں حکومت کی قوت اور قدرت ہو۔

اب جامعہ بشریت حیران ہے۔ جس طرح مذہب کے بغیر چارہ نہیں اسی طرح حکومت اور نظام دولتی کا بھی محتاج ہے ؎

دل کو رُودوں ہیں یا جگر کو میر ‎ ‎ میری دونوں سے آشنائی ہے

بہشتی زیور اختری مکمل محشے۔ جس سے بہتر آجتک نہیں چھپا۔ حاشیہ پر اصل عبارتیں۔ کاغذ، طباعت اور کتابت نہایت اعلیٰ۔ اصل قیمت ؁ ۔ رعایتی قیمت للعہ۔ ملنے کا پتہ:۔

کتب خانہ فخریہ۔ امروہی گیٹ مراد آباد

(بقیہ اصل تصنیف فارسی از حضرت علامہ غازی محمد بن عبد اللہ المنصور الانصاری مدظلہ)

ضرورت حکومت درینجا رسیدہ ما بقبول نمودن ایں حقیقت مجبوریم کہ در بازار عالم انسانی ارزش حکومت ہم از ارزش امن وسلام ہرگز کم نیست۔ (بلکہ) اگر گفتہ آید در حلقۂ فکوران خبیر عام خواہد شد کہ چنانکہ حیات اجتماعی جامعہ بشری بر امن وسلام عمومی استناد دارد۔ ہمچناں امن وسلام عام ہم بر برپا بودن حکومت موقوف بودہ است وامکان نیست کہ بدون استحکام حکومت۔ بشریت روئے امن وسلام یا سعادت حیات خویش را بہ بیند

حیرت چوں چنین است، پس حالا با کمال حیرت دست دادہ کہ "ما دامیکہ امن وسلام بشری بدامن حکومت بستہ است" پس ما با شہادتہائے تواتر تاریخی وتجربات جلی ومشاہدات بدیہی مذکورۂ خویش چہ کنیم؟ — اگر انہا را قبول بنمائیم "وضرورت است کہ قبول بنمائیم" اندریں صورت حل ایں شبہہ چہ خواہد بود کہ "امن سوزیہا وفسادات وفتنہ ہائے محسوسے" کہ "از مراکز حکومتی جوش خوردہ عالم را فرا گرفتہ است" با ایں سرچشمۂ امن وامان (حکومت) چساں پیوند خوردہ است

ضرورت حکومت اس تمام تفصیل کے بعد ہم اس حقیقت کے قبول کرنے پر مجبور ہیں کہ عالم انسانی کے بازار میں حکومت کی قیمت بھی امن اور سلامتی کی قیمت سے کم نہیں بلکہ اگر یہ دعویٰ کر دیا جائے تو مفکرین باخبر کے حلقہ میں یقیناً عام قبولیت حاصل کریگا کہ "جس طرح بشریت کے حیات اجتماعی کی سعادت امن اور سلامتی عام پر موقوف ہے۔ اسی طرح عمومی امن وسلامتی نظام حکومت کے قائم ہونے پر موقوف ہے اور ممکن نہیں کہ نظام حکومت کے قیام واستحکام کے بدون جامعہ بشریت امن اور سلامتی یا حیات اجتماعی کی سعادت کا چہرہ دیکھ سکے۔

حیرت اب ہمارے سامنے ایک نہایت حیرت انگیز سوال در پیش ہے۔ یعنی جب عالم انسانی کی امن وسلامتی نظام حکومت کے دامن سے وابستہ ہے تو تاریخی تواتر کی ان تمام شہادتوں نیز خود اپنے روشن تجربات اور علی البدیہی مشاہدوں کا جواب ہمارے پاس کیا ہے۔

ہم ان تاریخی اور علینی شواہد کا انکار نہیں کر سکتے مگر اس شبہہ کا حل کیا ہے کہ اپنی آنکھوں کے سامنے کی یہ تمام امن سوزیاں۔ یہ تمام فتنے اور فساد جو حکومت کے مرکزوں سے جوش کھا کر امنڈ رہے ہیں اور سارے عالم کو تہ وبالا کر رہے ہیں۔ آخر امن وامان کے سرچشمہ یعنی حکومت کے ساتھ کس طرح پیوند۔ کھا گئے ہیں

حکایات صحابہ۔ جدید ترین بہترین تصنیف مطالعہ فرما کر ایمان تازہ کیجئے قیمت صرف ۱۲ر کتب خانہ فخریہ مراد آباد از قریشی کمپنی

ازالہ حیرت جوابًا عرض است کہ: اگر ما جریانات عالم بالخاصہ سوانح امن و فساد دش راز بر مطالعہ لاغرضانہ خویش بگیریم بدیں واقعہ بالضرور بر میخوریم کہ: در مملکتے کہ، حکومتے قایم می شود اشرار مملکت راز بر فشار گرفتہ امنیت آنرا قایم می سازد۔ وتا کہ، بر علیہ حکومت اقدامات مخاصمانہ آغاز نشوند امنیت و آرامی وطن ضررے نمی بیند و برحال و وایم میباشد۔ دے روزیکہ کدام مدعی سلطنت و حکومت پیدا شدہ بر ضد حکومت امن دوست اقدامات خصمانہ شروع می کند ازاں روز امنیت و قراری ملک ہم کم کم بہ کاستن آغاز می نماید، تا اینکہ آں ملک بتدریج نمونۂ جہنم می گردد ۔۔۔ در ینوقت ایں فساد پیشہ و فتنہ پرور (مدعیٔ حکومت) با اینکہ: ضد حکومت افتیدہ "بغرض پیدا کردن زور مقابلہ با حکومت امنیت پرست" نام خود را ہم حکومت میگذارد " بر عکس نہند نام زنگی کافور! و باز بصورت یک حقدار صحیح حکومت پیش شدہ و جماعتے را فریب دادہ بدور خود جمع می نماید و بزور بازدے ایں فریب خوردگان با حکومت امن کوش میداں خوانیہائے خونیں کردہ سنگ سنگیں امن و سلام بشری را بہوا می پراند۔ وتا کہ، مغلوب نشود ملک و اہالی را در آتش سوزاں فتنہ و فساد شرف شوزنگاہ میدارد

ازالہ حیرت جوابًا عرض ہے کہ واقعات عالم اور بالخصوص امن و فساد کی تاریخ کا اگر ہم بے لوث اور بے غرض ہو کر مطالعہ کریں تو اس حقیقت سے یقینًا بہرہ اندوز ہوں گے کہ جس ملک میں بھی حکومت قائم ہوتی ہے۔ ابتداءً اس ملک کے شریر اور فتنہ پردازوں کو مغلوب اور مقہور کر کے امن و امان قائم کر دیتی ہے۔ اور جب تک حکومت کے منصب عالی پر مخاصمانہ اقدامات اور یورشوں کا آغاز نہیں ہوتا وطن کے امن و امان اور چین و آرام کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ وہ بدستور باقی رہتا ہے لیکن جب بھی حکومت اور سلطنت کا کوئی دعویدار پیدا ہو کر امن دوست حکومت کے مقابلہ میں۔ مخالفانہ اقدام شروع کر دیتا ہے۔ اسی روز سے ملک کا امن و اطمینان آہستہ آہستہ گھٹنے لگتا ہے حتیٰ کہ رفتہ رفتہ وہ ملک دوزخ کا نمونہ بن جاتا ہے۔

اس وقت یہ فساد پیشہ۔ فتنہ پرور۔ مدعی حکومت جو در حقیقت حکومت کا مد مقابل تھا محض اس لئے کہ امن پرست حکومت کا مقابلہ کر سکے) اپنے نظام کا نام بھی حکومت رکھ لیتا ہے۔ بقول" بر عکس نہند نام زنگی کافور" اس کے بعد صحیح حکومت کے ایک حقدار کی حیثیت سے آگے بڑھ کر اور کبھی ایک جماعت کو فریب دیکر اپنے گرد جمع کر لیتا ہے۔ اور ان فریب خوردگان کے زور بازو سے امن کوش حکومت کے مقابلہ پر خونین معرکوں سے میدان کارزار کو رنگین کر کے امن اور سلامتی بشر کے بھاری پتھر کو ہوا میں اڑا دیتا ہے اور جبتک وہ مغلوب نہ ہو جائے ملک در باشندگان ملک کو شرافت سوز فتنہ و فساد کی بھڑکتی ہوئی آگ

ماہنامہ قائد مراد آباد

این واقعہ است و بعد از دیدن این واقعہ بر ما دو حالت ضد ہمدگر طاری میگردند — چنانچہ گاہے می شود کہ: با سم گذاری عکس البحر کیجی یا (معاندین حکومت) فریب خوردہ آنہا را بر عکس حقیقت شان حکومت میدانیم — دریں وقت ما بزیر اثر خطاے اساس خویش مجبوریم کہ: حکومت را منبع فتنہ و فساد ہم بشناسیم — و گاہے می شود کہ، ما باسم گذاری معاندین حکومت فریب ناخوردہ دامن حقیقت را از دست نمیدہیم، و آنہا را بجائے "حکومت" معاندین حکومت "میدانیم" اندریں وقت ما بہ چشم حقیقت بیں خود خواہیم دید کہ حکومت با فتنہ و فساد سروکارے ندارد، و یگانہ سرچشمہ فتن و بے امنی ہا مخالفت حکومت امن خواہ میباشد و بس

روشنی حق | ازیں عرض حال حق روشنی کامل خویش را انداختہ ما را قابل ساخت کہ: بدانیم کہ: حکومت ہیچ گاہ با فتنہ و فساد پیوند خوردہ نمی تواند بلکہ: مدام سعی حکومت می باشد کہ: ہرگونہ قوائش ہر آن در انسداد فتنہ و فساد وقف بودہ باشند[ع]

یہ ایک واقعہ ہے — اور اس واقعہ کو دیکھنے کے بعد دو متضاد حالتیں ہمارے سامنے آتی ہیں — کبھی ایسا ہوتا ہے . . . . . کہ معاندین اور مخالفین حکومت کے بناوٹی اور خود غرضانہ نظام سے دھوکا کھا کر ہم اُس کا نام بھی حکومت ہی رکھ دیتے ہیں جو درحقیقت حکومت نہیں بلکہ اس کا عکس ہے اس وقت ہم ایک اساسی غلطی کے زیر اثر اس پر مجبور ہیں کہ حکومت کو فتنہ و فساد کا سرچشمہ قرار دیں — اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس قسم کے فریب سے ہم محفوظ رہکر حقیقت کے دامن کو اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑتے — اور ان فتنہ انگیزوں کو حکومت کے بجائے حکومت کے معاند اور مخالف ہی سمجھتے رہتے ہیں — اس وقت ہم اپنی حقیقت بیں نگاہوں سے دیکھ سکیں گے کہ حکومت فتنہ و فساد سے کوئی سروکار نہیں رکھتی — اور تمام فتنوں اور بے امنی کا سرچشمہ صرف اور صرف وہی لوگ ہوتے ہیں جو امن خواہ حکومت کے مخالف اور معاند ہوں

روشنی حق | اس عرض حال کے بعد حق و صداقت نے اپنی کامل روشنی ڈالکر ہمیں اس قابل کردیا کہ ہم جان سکیں کہ "حکومت کبھی بھی فتنہ و فساد سے میل نہیں کھاتی — بلکہ حکومت کی کوشش ہمیشہ یہی رہتی ہے کہ اسکی ہر قسم کی طاقتیں ہر آن اور ہر وقت فتنہ و فساد کے انسداد کے لئے[ع] وقف رہیں —

ع و قاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ و یکون الدین کلہ للہ — مطلب اے تبعۂ حکومت؟ با مخاصمین حکومت جنگ داشتہ باشید! تا وقتیکہ فتنہ نابود شود، یعنی قانون حکومت الہی محیط عالم گردد —

ع حضرت حق جل مجدہٗ کا ارشاد ہے: و قاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ و یکون الدین کلہ للہ — یعنی اے[۴] واو تفسیر

۴ حکومت کے تابعدار و حکومت . . . کے مخالفین اور معاندین سے جنگ کرتے رہو — تا آنکہ فتنہ نابود ہو جائے اور . . .

لیکن وقتیکہ ما حکومت را منبع فساد معرفی می کنیم درآں وقت از مخالفین حکومت فریب خوردہ از روشنی حق محروم و زاصل حقیقت دور شدہ می باشیم

منبع فساد و مخالفین حکومت اند چوں روشن گشت کہ، سرچشمۂ فساد و بدامنی وجود نامسعود مخالفین حکومت است، و سرچشمہ امن و سلام عالم ہستی با برکات حکومت ۔ پس:

راہ خدمت امنیت ازیں ایں ہم معین شد کہ، صراط مستقیم امن و سلام عام غیر ازیں نیست کہ، انسان ۔ حکومت و مخالفین آنرا نیک دریافتہ برائے قیام و حفاظت، و ترقی و توسیع حکومت و برائے برکندن ریشہ ہائے مخالفت و مخالفین حکومت بہمہ موجودیت خویش سربازانہ آمادہ حاضر باشد!!!

چوں معلوم شد کہ تحصیل امنیت عمومی و حفاظت و ترقی و توسیعش بمقابلہ خائنین فتنہ انگیز و باغیان فساد پیشہ بدون حاصل کردن علم تام متعلق بہ حکومت و مخالفین آں ابداً ممکن نیست ۔ ایں است کہ: ما بعد ازیں بجواب ایں دو سوالات خیلے اساسی می پردازیم کہ:

حکومت چیست؟ **و حاکم کیست؟**

لیکن اگر کسی وقت ہم حکومت کو فساد اور فتنہ کا سرچشمہ تصور کریں تو ہمیں یقین رکھنا چاہیے کہ ہم مخالفین حکومت کے فریب میں آکر حق کی روشنی سے محروم ہوگئے ہیں ۔ اور اصل حقیقت سے بہت دور جا پڑے ہیں

سرچشمہ فساد جب واضح ہوگیا کہ فساد اور بدامنی کا سرچشمہ مخالفین حکومت کے نامبارک اور نامسعود مجسمے ہیں ۔ اور عالم ہستی کے امن و امان کا سرچشمہ حکومت با برکات ہے ۔

امن عالم کی خدمت کا راستہ لہٰذا معین اور مقرر ہوگیا کہ امن اور سلامتی عالم کا راستہ صرف یہی ہے کہ حکومت اور مخالفین حکومت کو اچھی طرح پہچان کر حکومت کے قیام و حفاظت اور ترقی توسیع کے لئے اور مخالفت کے تمام ریشوں اور مخالفین حکومت کی جڑوں کو اکھاڑنے کے واسطے انسان اپنی پوری طاقت کے ساتھ سرفروشانہ آمادہ اور حاضر ہو جائے ۔

بہرحال جب معلوم ہو گیا کہ فتنہ انگیز خائنوں اور فساد پیشہ باغیوں کے مقابلہ پر ۔ امن عام اور اور اس کی حفاظت ترقی اور توسیع ۔ اس کے بغیر ممکن نہیں کہ حکومت اور مخالفین حکومت کے متعلق پوری وقفیت حاصل کی جائے ۔ تو لامحالہ ہم مندرجہ ذیل دو اساسی سوالات کے جوابات میں مشغول ہوتے ہیں ۔ بلاشبہ یہی جواب امن عالم کے لئے اساس اور بنیاد ہیں ۔

سوال ۱ حکومت کیا ہے؟

〃 ۲ حاکم کون ہے؟

دعوت عام | درینجا رسیده به هر انسان صالح و باهوش دعوت عام داده می شود که کسیکه: دل پاک امنیت خواهی داشته از فساد بیشگی دور بوده باشد پیش شود و بذریعه جواب آتی سوالات مذکورهٔ حکومت را از معاندین حکومت شناخته راه راست خدمت امن وسلام عالم را دریابد و باز صداقتمندانه بخدمت حکومت پرداخته و مخالفت مخاصمین حکومت را پیشهٔ خود ساخته اسم خویش را در فهرست خدام امن وسلام عالم درج بنماید گرامی دارین بگردد۔ حالا ما بجواب سوالات مذکوره می پردازیم

حکومت چیست؟ | مدنی الطبع بودن انسانها تقاضا دارد که، در جامعهٔ آں یک نظام سیاسی مدنی بالطبع برپا بوده باشد، عوام الناس همیں نظام سیاسی را حکومت میخوانند — مگر حکومت دراصل ازیں نظام سیاسی غیر است — و آں یک قدرتے است فوق الطبیعه)۔

برائے پے بردن بایں قدرت بیمثال عرضگذارم که: در نظام سیاسی مذکوره اگر چپراسی گرفته بسوئے بالا بردیم یک سلسلهٔ قدرتهائے مرتبه دار را چناں خواهم یافت که: از پائیں بسوئے بالا کم کم قوی تر و وسیع تر گشته بر یک اقتدارے" که: از همه قوتها قوی تر و وسیع تر و بر جمله اقتدارها حاکم و بالادست بوده باشد" ختام می یابد — بالائے ایں اقتدار قدرتے تصور نمی شود۔

دعوت عام | اس مرحلہ پر پہنچکر ایک صالح اور باہوش انسان کو عام دعوت دی جاتی ہے کہ جو شخص بھی صاف دل سے امن خواہ ہو اور سچائی کے ساتھ فساد سے بیزار ہو وہ سامنے آئے اور سوالات مذکورہ کے آئندہ جوابات پر غور کرے اور انہیں کے ذریعہ سے حکومت اور معاندین حکومت کی صحیح شناخت کرے اور امن اور سلامتی کی مبارک اور باعظمت خدمت کا راستہ معلوم کرکے صادق اور سچے دل سے حکومت کی خدمت میں مشغول رہنے کو اور مخاصمین حکومت کی مخالفت کو اپنا پیشہ بنا کر اپنا نام امن سلامتی عالم کے سچے اور جانباز خادموں کی فہرست میں لکھوائے اور دونوں جہانوں کی عظمت حاصل کرے

حکومت کیا ہے | انسان کے مدنی الطبع ہونے کا تقاضا ہے کہ جامعہ انسانیت میں ایک سیاسی نظام قایم کیا جائے جو بالطبع مدنی اور اجتماعی ہو۔ عام طور پر اسی نظام سیاسی کو حکومت کہا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حکومت اس نظام سیاسی سے ایک جدا چیز ہے۔ درحقیقت حکومت نام ہے ایک ایسی قدرت او طاقت کا جو طبعیات سے بالا ہو۔ اس قدرت بے مثال کا سراغ نکالنے کے لئے عرض ہے کہ مذکورۂ بالا نظام سیاسی میں اگر ہم ایک چپراسی کی مثال لیکر بلند مراتب کی طرف ترقی کریں تو ترتیب وار مرتبہ بمرتبہ قدرتوں کا ایک سلسلہ ہمارے سامنے آئیگا جو رفتہ رفتہ ایک ایسے اقتدار اعلیٰ پر جاکر ختم ہوگا جو تمام قوتوں سے زیادہ قوی اور تمام اختیارات سے زیادہ وسیع اور تمام قوتوں اور جملہ اختیارات پر حاکم اور سب سے بالادست ہو

اس اعلیٰ اقتدار سے بالا کوئی اقتدار تصور میں نہیں ہو سکتا

بنا بریں اقتدارِ قدرت مطلق و اقتدار فوق الطبیعہ" شناختہ می شود - و سان سیاسی ہمیں اقتدار فوق الطبیعہ را اقتدار اعلیٰ مے خواند

اقتدار اعلیٰ چوں برسر ایں اقتدار دیگر ہیچ قدرتے نیست و بالا بریں دست ہیچ دست تصرف متصور نمی باشد" کہ: قدرت و حق تصرفاتش را محدود بسازد" بنا بریں ممکن نخواہد بود کہ: برائے قدرت و حق تصرفاتش حدے و نہایتے را بشناسیم — برعکس اقتدار ہائے دیگر" کہ: ازاں سافل اند" ہر یک از آنہا بر سر خود اقتدار فائقے داشتہ بحدودے کہ قدرت فائقش برایش معین بفرماید" طبعاً محدود خواہد بود - چنانچہ اقتدار اعلیٰ بقدرتے کہ زبردست آں متصل است حدود قدرت تصرفاتش را معین می سازد - و آں باقتدار زبردست خود و ثم ایں سلسلۂ تحدید اقتدار برادنیٰ ترین قدرت ایں نظام مثلاً بر سپاہی یا چپراسی منتہی خواہد شد — مگر بالائے اقتدار اعلیٰ قدرتے نیست کہ حدود تصرفاتش را معین ساختہ قدرتش را محدود بسازد

اور اسی لئے اس کا تعارف قدرت مطلق اور قدرت فوق الطبیعہ" جیسے الفاظ سے کیا جاتا ہے - اور سیاسی زبان اس اقتدار فوق الطبیعۃ کو" اقتدار اعلیٰ سے تعبیر کرتی ہے

اقتدار اعلیٰ چونکہ اس" اقتدار اعلیٰ" کے اوپر کوئی قدرت اور اقتدار نہیں - اور اس دست تصرف سے بالا کوئی دست تصرف متصور نہیں ہوتا جو اقتدار اعلیٰ کی قدرت اور اس کے تصرفات کے حق کو محدود کر سکے - لہٰذا ممکن نہیں کہ اُس کی قدرت اور اس کے حق تصرفات کی کوئی حد یا کوئی نہایت معلوم ہو سکے - اس کے ماسوا دوسرے اقتدار جو اس سے کم مرتبہ رکھتے ہیں چونکہ اُن میں سے ہر ایک اپنے سے بلند ایک اقتدار رکھتا ہے - لہٰذا طبعی طور پر وہ اُن ہی حدود تک محدود ہے - جو اُس کے بالا دست اقتدار نے اس کے لئے تجویز اور مقرر کر دی ہیں - چنانچہ اقتدار اعلیٰ اُس اقتدار کے حدود اور قدرت تصرفات و اختیارات محدود کرتا ہے جو اُس سے زبردست اور اُس سے متصل ہو اور پھر یہ زیردست اقتدار اپنے زیردست اقتدار کے حدود تصرفات و اختیارات معین کرتا ہے - اور پھر اُس سے نیچے والا اقتدار اپنے ماتحت کے حق کہ اختیارات کی حدبندی کا یہ سلسلہ گھٹتے گھٹتے اس نظام کی ادنیٰ ترین قدرت پر مثلاً چپراسی یا سپاہی کے اختیارات پر پہنچکر ختم ہوتا ہے -

مگر اقتدار اعلیٰ سے بالا کوئی قدرت نہیں کہ اقتدار اعلیٰ کے تصرفات کو معین کر کے اُس کی قدرت کو محدود کر سکے -

——— الحاصل:— اقتدار اعلیٰ۔ مالک قدرت تصرفات نامحدود می باشد۔ و لسان سیاسی ہمیں قدرت نامحدود و غیر متناہی تصرف را "ارادۂ مطلقہ غیر مسئول" می گوید — علت نامحدود و غیر متناہی بودن قدرت تصرفات اقتدار اعلیٰ مالك الملك بودن آں ست۔ چراکہ: قدرتے نیست کہ: دست مالک را در مملوکات و ملکش کلیتاً یا جزئیتاً باز داشتہ نتواند۔ و علت محدود بودن قدرتہائے غیرش نہ مالک بودن آنہا است بر ملک۔ چنانچہ بدیہی است کہ: غیر مالک ہیچ حق تصرف را در مملوکات دیگراں داشتہ نمی باشد۔ الا اینکہ: مالکے در ملک خویش برائیش اجازۂ تصرف را نماید و بر مال خود خلیفۂ خویش بسازد۔ در چنیں اوقات غیر مالک را ہم یک حق تصرف عطائی و عارضی حاصل میگردد نہ اصلی و دائمی ——— و لے — اقتدار تصرف عطائی ہیچگاہ کلی و غیر محدود نمی باشد، لامحالہ بحدودے کہ: از طرف مالک ملک برائیش معین شدہ باشد" محدود خواہد بود چراکہ ——— طبیعت اقتدار اعلیٰ دولتی می باشد کہ بہ ہیچ کس اقتدار کلی و غیر متناہی خویش را گاہی ارزانی نمی کند ——

الحاصل اقتدار اعلیٰ غیر محدود قدرت اور تصرفات کا مالک ہے۔ اور سیاسی زبان۔ اسی غیر محدود قدرت اور لا متناہی تصرف کو ارادۂ مطلقہ غیر مسئول" کہا کرتی ہے۔

اقتدار اعلیٰ کے تصرفات کی قدرت غیر محدود اور غیر متناہی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ مالك الملك ہوتا ہے۔ کیونکہ کوئی طاقت بھی مالک کے ہاتھ کو اُس کے مملوکات اور اُس کی ملک میں تصرف کرنے سے نہ کلی طور پر روک سکتی ہے نہ جزئی طور پر۔

اقتدار اعلیٰ کے ماسوا کی قدرت محدود اس لئے ہے کہ ایسی طاقتیں ملک کی مالک نہیں ہوتیں۔ چنانچہ یہ بات بدیہی اور بالکل ظاہر ہے کہ مالک کے سوا کسی کو بھی دوسروں کی مملوکات میں تصرف کا حق نہیں ہوتا۔ ہاں صرف اس صورت میں کہ کوئی مالک اپنی ملک میں کسی کو اپنی رائے سے تصرف کی اجازت دیدے اور اپنے مال پر اس کو خلیفہ بنا دے۔ ان صورتوں میں مالک کے ماسوا کو بھی تصرف کا ایک حق حاصل ہو جاتا ہے۔ جو عطائی۔ اور عارضی ہوتا ہے۔ اصلی اور دائمی نہیں۔ البتہ جب کہ عطائی تصرف کا اقتدار کبھی بھی کلی اور غیر محدود نہیں ہو سکتا۔ تو لامحالہ اُن ہی حدود میں محدود رہے گا جو مالک ملک کی جانب سے اس کے لئے معین ہو چکی ہوں

کیونکہ حکومت کے اقتدار اعلیٰ کی فطرت اور طبیعت ہی یہ ہوتی ہے کہ اپنا غیر محدود اور کلی اقتدار کسی کو بھی نہیں بخش سکتا۔

آپ اپنے بچوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ضرور پڑھائیے۔ اسکے لئے سب سے موزوں کتاب "ہمارے پیغمبر" ہے
قیمت صرف ۲ر۔ کتب خانہ فخریہ امروہہ گیٹ مراد آباد سے طلب کیجئے۔

— بلکہ — قدرت فائق ترین و ناقابل تحدید خویش را دائماً برائے خود نگاہ داشتہ برائے دیگراں قدرتہائے محدود و بس معین را می بخشد و نیز برسرآنہا سررشتہ نگرانی مخصوصے را قائم ساختہ مدام متوجہ می باشد تا در صورت تجاوز شاں از حدود عطائی مطلع گشتہ برائے شاں گوشمالی واجبی بدہد — ایں است کہ اقتدار اعلیٰ، در ملک و منافع و اہلیش صلاحیت و قدرت تصرفات مطلقہ، غیر مسئول (وناقابل تحدید) در نظام دولتی مرا کز المراکز منبع جملہ قوتہا دہرگونہ برکات، مرجع علویت وکبریائی، عظمت قدوسی، مخزن ہمہ قسم علوم وحکمت وغیرہ وغیرہ یعنی جامع جمیع صفات جلال وکمال شناختہ می شود - ارادہ سنیہ اش بر جملہ ارادات برتری داشتہ ہر یکے را ز آنہا شکست ندہ میتواند و بر ہمہ خورد و بزرگ نظام دولتی بلا تخصیص نافذ و واجب الاجرا می باشد — فرمان طرازی (تقنین و تشریع) و فرمانفرمائی (حکم واجرا) اصلی خاصہ لازمہ اش دیدہ می شود، ہمہ قدرتہائے خورد و بزرگ نظام سیاسی مصنوعات دست قدرت اقتدار اعلیٰ بودہ مجبور ہستند کہ: برائے بقائے خود مدام از آفتاب اقتدارش نور بگیرند وہمیشہ دست نگرش باشند

بلکہ اپنی فائق ترین اور غیر قابل تحدید قدرت کو ہمیشہ ہمیشہ اپنے لئے ہی محفوظ رکھ کر دوسروں کو ایسی قدرت اور طاقتیں بخشا کرتا ہے جو محدود اور کافی طور پر معین ہوا کرتی ہیں۔

نیز اُن عطائی طاقتوں کے اوپر مخصوص نگرانی قائم رکھتے ہوئے اقتدار اعلیٰ اُن کی جانب ہمیشہ متوجہ رہا کرتا ہے تاکہ عطا کردہ حدود سے جس وقت بھی یہ عطائی طاقتیں تجاوز کریں تو فوراً ہی اطلاع پاکر اُن کی واجبی گوشمالی کر سکے۔ یہی باعث ہے کہ اقتدار اعلیٰ کو ملک - منافع اہل ملک - ارباب منافع - صلاحیت - غیر مسئول - غیر قابل تجدید اور مطلق العنان تصرفات کی قدرت نظام حکومت میں مرکز المراکز (تمام مرکزوں کا مرکز)، تمام طاقتوں اور ہر قسم کی برکتوں کا سرچشمہ - بلندی - کبریائی - عظمت اور قدوسی کا مرجع - ہر قسم کے علوم حکمت کا مخزن وغیرہ وغیرہ مختصر یہ کہ تمام جلالی اور کمالی صفات کا جامع تسلیم کیا جاتا ہے - اُس کے سینہ کا ارادہ تمام ارادوں پر برتری رکھتا ہے - ہر ایک آن میں اُن تمام کو درہم برہم کر سکتا ہے اور ہر چھوٹے بڑے پر بلا تخصیص نظام حکومت نافذ اور واجب الاجرا ہوتا ہے - قانون سازی (تشریع) اور فرمانفرمائی اس کا لازمی خاصہ سمجھا جاتا ہے - نظام سیاسی کی تمام چھوٹی بڑی طاقتیں اقتدار اعلیٰ کے دست قدرت کی مصنوعات اور ایجادات ہوتی ہیں اور مجبور ہوتی ہیں کہ اپنے بقاء کے لئے ہمیشہ اقتدار اعلیٰ کے روشن آفتاب سے نور حاصل

اقتدار اعلیٰ مینوانند کہ: بیک جنبش لب خود بزرگ ترین قدرت آنہا را محو و نابود بسازد و یا یک ذرۂ بے مقدار مملکت را بدر کامل قدرت و عظمت بگرداند

در نظر حقیقت شناسان دہر در ہر نظام سیاسی "حکومت" ہمیں اقتدار اعلیٰ می باشد و باقی ہمہ زیر دست و محکوم او - و مالک و مولیٰ ہمیں اقتدار میباشد و باقی جملہ مملوک و عباد (تبعہ) او!!

حاکم کیست ؟ در ینجا رسیدہ طبعاً ایں سوال ہم تولید می شود کہ: در عالم وجود چنیں ذات و قدرت کدام است کہ: بر صفات جلیلۂ مذکورہ متصف و جامع بودہ بر کل کائنات، علویت اقتدار اعلیٰ داشتہ باشد؟ و بر گل سر سبد کائنات (بشریت عظمیٰ) ہم ادعائے برتری حاکمیت را بہیش بردہ بتواند؟

جواب فیلسوفاں فیلسوفان نامدار جہاں در جواب ایں سوال اساسی سیاسی در اختلاف خیلے عمیق ناقابل توفیق افتادہ وحدت کلیۂ انسانی را پارہ نمودہ در صف مجرمین فتنہ انگیز خود را خود داخل فرمودہ اند- چہ اگر اختلاف فکری شاں را تخیل بکنیم خواہیم دریافت کہ:

اقتدار اعلیٰ کرسکتا ہے کہ ایک جنبش لب سے نظام حکومت کی بڑی سے بڑی طاقت کو نیست و نابود کردے یا سلطنت کے ایک ذرہ بے مقدار کو کامل قدرت و مکمل عظمت کا ماہ تاباں بنادے

حقیقت شناسان زمانہ کی نظر میں ہر ایک سیاسی نظام یعنی ہر ایک حکومت میں اس قسم کا ایک اقتدار اعلیٰ ہوتا ہے اور باقی تمام اقتدار اُس کے ماتحت- زیر دست اور محکوم

یہی اقتدار مالک اور مولیٰ ہوتا ہے اور باقی تمام اقتدار اُس کے مملوک اور بندے- تابع اور فرمانبردار

حاکم کون ہے ؟ اس مرحلہ پر پہنچکر طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عالم وجود میں ایسی ذات اور ایسی قدرت کونسی ہے جو مذکورہ بالا جلیل القدر صفات سے متصف ہوکر تمام کائنات پر اقتدار اعلیٰ کی بلندی رکھتی ہو- اور گل سرسبد کائنات یعنی بشریت عظمیٰ پر بھی- حاکمانہ برتری کا جائز اور صحیح دعویٰ کرسکے-

فلاسفہ کا جواب دنیا کے بڑے بڑے نامور فلاسفہ اور مدبرین اس بنیادی سیاسی سوال کے جواب میں ایسے گہرے اختلاف میں پڑگئے ہیں جو کسی طرح بھی اس قابل نہیں کہ اُس میں موافقت اور مطابقت کی جاسکے- اور اس طرح اُنہوں نے جامعہ انسانیت کی وحدت کو پارہ پارہ کرکے خود کو فتنہ انگیز مجرموں کی صف میں لاکھڑا کیا ہے- ہم اگر اُن کے اس فکری اختلاف کا خیال باندھیں تو ہمارے سامنے یہ چند شکلیں آئیں گی-

برخے از علمائے بزرگ سیاسی بہ علت اخلاق جاذبہ عالی وبعض خدمات پسندیدۂ اجتماعی کدام جامعہ حاکمیت را حق یک شخص انسانی قرار دادہ اند وباز ہمیں رعایت "حاکمیت را در اولاد و خاندانش نیز دوام دادہ اند۔ پس اولادۂ بعض مردان مذکور روح جد خویش را بذریعہ یک پروپوغانڈہ عالم فریب خیلے قوتناک، خیلے مقدس، و حامی خاص خویش، و مشکل کشائے جملہ اہالی ملک و ہر فرد دلریش ثابت کردہ بشر شریف و دانا را در بے شرفی اوہام پرستی و نادانی ارواح پرستی اسیر ابدی نمودہ موقعیت خود را خیلے بلند بردہ اند، حتیٰ کہ بعضے از ایشاں اجداد خویش را بمرتبہ الوہیت رسانیدہ مقام منیع شاہانہ خویش را ہزاران ہزار سال نیز حفاظہ نمودہ اند

—— (لیکن) ——

درجہاں حکمائے نیز ہستند کہ یک فرد انسانی را بر بشریت نہ حاکم و اقتدار اعلیٰ شناختہ اند۔ و نہ در کدام خاندان دوام دادن اقتدار مطلق (قدرت فوق الطبیعۂ حاکمیت) را جائز شمردہ اند

—— (از ایشاں) ——

بعضے بعوض شخص انسانی حق حاکمیت را بہ جمہور وطن ارزانی داشتہ اند۔

---

(۱) سیاست کے بڑے بڑے علما کی ایک جماعت تو وہ ہے۔ جس نے بلند اور جاذب توجہ اخلاق اور چند پسندیدہ سیاسی خدمات کی وجہ سے کسی حاکمانہ منصب کو کسی ایک معین انسان کا حق قرار دیدیا اور پھر اسی وجہ کا لحاظ کرتے ہوئے اُس کی اولاد اور اُس کے خاندان میں حاکمیت کو دائم اور قدیم کر دیا۔ اس کے بعد مذکورہ بالا انسان کی اولاد نے اپنے مورث کو عالم فریب پروپاگنڈا کے ذریعہ سے بہت زیادہ صاحب قدرت۔ بہت مقدس اپنے خاص آدمیوں اور متوسلین کا حامی تمام باشندگان ملک اور ہر زخمی دل اور مجروح قلب کا مشکل کشا ثابت کرکے شریف اور دانا انسان کو اوہام پرستی کی ذلت اور ارواح پرستی کی نادانی میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اُلجھا کر اپنی عزت کو بہت زیادہ بلند کر دیا ہے۔ حتیٰ کہ ان میں سے بعض نے تو اپنے مورثوں کو الوہیت کے مرتبہ پر پہنچا کر اپنے بلند ترین شاہانہ منصب کو ہزاروں برس تک محفوظ رکھا ہے۔

لیکن اسی جہان میں کچھ ایسے عقلا بھی ہیں جنہوں نے نہ تو بشریت پر کسی ایک انسان کے لئے حکومت اور اقتدار اعلیٰ تسلیم کیا ہے اور نہ اقتدار مطلق اور حاکمیت کی فوق الطبیعۃ قدرت کو کسی ایک خاندان کے حوالہ کر دینا جائز سمجھا ہے۔

(۲) ان عقلا میں سے کچھ تو وہ ہیں جنہوں نے ایک معین انسان کے بجائے۔ حق حاکمیت "جمہور وطن" کو بخشدیا ہے۔

و بعضے دولتمندان وطن را۔ و کسانے: رنجبران بشریت را۔ حاکم و متصرف تام قرار دادہ اند۔ چوں ایں اختلاف نظر بصیران بشری بجائے فیصلہ بخود صورت نزاع امنیت سوز و جہاں تباہ را دادہ کلیہ اشرف مخلوقات را در بحرانہائے اجتماعی فنا بخش و اجنبی ساز گرفتار نمودہ است، لذا کتلۂ محترم شان قابل نماندہ است کہ: بہ امن و سلام بشری ذرۂ خدمت کند۔ بلکہ: روز تا روز بآتش تصادمات آتشیں شان دامن زدہ تیز تر کردہ میرود۔ چراکہ:۔ اختلاف سیاسی ممدوحین جمعیت بشری را بر گروہہائے متضاد سیاسی منقسم نمودہ جمعیتش را پارہ پارہ اثر انس و محبت انسانی شان را از بین شان مرفوع ساختہ است، اثر ایں اختلاف اجنبی ساز قائدین بشری است کہ، امروز ہر گروپ سیاسی انا بگروپ دیگر قانوناً و رسماً، عملاً حکم اجنبی میدہد و ہر دولت انسانی برغم انس جبلی خویش تبعۂ دولت دیگر را بجرم اجنبیت سیاسی از خود نمی شناسد

در چنیں حال پر ملال مغائرت و اجنبیت بین الملکی تدبیر امن و سلام و اتحاد بین المللی غیر ازیں شدہ نمیتواند کہ: صورتے سنجیدہ شود کہ:

(۳) دوسری جماعت نے یہ حق وطن کے دولتمندوں کو دیدیا (۴) کسی جماعت نے بشریت کے محنت کش اور افلاس زدہ لوگوں کو حاکم اور متصرف تام قرار دیدیا۔

جب کہ اس اختلاف نے انسانیت کے ارباب بصیرت کی نظر فیصلہ کے بجائے امن سوز اور جہاں تباہ جنگ و جدال کے حوالہ کردی ہے۔ اور اشرف المخلوقات کی مقدس جماعت کو برباد کن اور تفرقہ انگیز اجتماعی بحران میں گرفتار کردیا ہے۔ لہذا انکی محترم جماعت تو اس قابل نہیں رہی کہ عالم انسان کے امن و سلامتی کی ذرہ برابر بھی خدمت کرسکے۔ بلکہ روز بروز اس آتشیں تصادم اور مقابلہ کی آگ کو دامن سے ہوا دیکر اور تیز کرتی جارہی ہے۔ کیونکہ ان کے سیاسی اختلافات جامعہ بشریت کو سیاست کے مخالف اور متضاد گروہوں پر تقسیم کرکے انسانی جمعیت کو پارہ پارہ کررہے ہیں۔ انسانی اُنس و محبت کے اثر کو انسانی جماعتوں کے درمیان سے مٹارہے ہیں۔ قائدین انسانیت کے اسی اجنبی ساز اور تفرقہ انداز اختلاف کا یہ اثر ہے کہ آجکل انسانوں کا ہر ایک سیاسی گروہ دیگر گروپ کو قانوناً رسماً اور عملاً غرض ہر طرح اجنبی کا حکم دیتا ہے۔ اور ہر انسانی حکومت۔ انسان کی فطری انس و محبت کے برعکس۔ دوسری حکومت کے اطاعت شعار انسانوں کو سیاسی اجنبیت کے جرم میں انسانیت ہی سے جدا سمجھتی ہے۔ اس بین الملی مغائرت و اجنبیت کی رنجیدہ حالت میں امن و سلامتی اور اتحاد بین الملی کی کوئی تدبیر اسکے سوا ممکن نہیں

بذریعه آں دوربیں ائمه و قائدین رسوخداری بشری که: اختلاف باہمی شاں بخود صورت شقاق بین المللی بشری گرفته است" درعقائد ساسی سیاسی وحدت و یگانگی بعمل بیاید-چه، تا وقتیکه: درہین قائدین اختلاف حاکم است امکان نیست که: درملل و امم انسانی ائتلاف سیاسی بعمل بیاید-

بلی! مثلیکه: اختلاف نظر ممدوحین بشریت را برگروہہائے سیاسی تقسیم نموده آنرا در بحرانہائے فناخیز عتیقه و حدیثه غریق نگاه کرده است ہمچناں وحدت نظر شاں ہم بالیقیں بر فکر و رفتارش اثر قائدانه انداخته آنرا بسوے وحدت و اخوت سوق خواہد داد و باز ہمیں وحدت و برادری در حلقه اش امن و سلام عمومی را حکمفرما خواہد نمود-

الحاصل:- اختلاف سیاسی رہنمایان انسانیت از قدیم عالم را ته و بالا ساخته و داشته است، و اساس ایں اختلاف بریں واقعه نهاده شده که ممدوحین به شناختن حکومت و خصمان آں موفق نشده اند-ایں است که: از ایشاں ذوات بلند ترے در فریب فکر خویش آمده مرید یکه خصم حکومت گشته اند

جس کے ذریعہ سے بشری رسوخداری اور دائرہ انسانیت کے اثر و اختیار کے قائد اور زعما (جن کے خود باہمی اختلاف نے ایک ملک اور ایک ملت کے افراد ہوتے ہوئے بین المللی اختلاف و شقاق کی شکل اختیار کرلی ہے) کے درمیان سیاست کے بنیادی نظریوں اور عقائد میں اتحاد و یگانگت پیدا ہوجائے- کیونکہ جب تک قائد و زعما کے درمیان مختلف حاکموں کی حکومت کارفرما ہے ممکن نہیں ہے کہ انسانی اُمتوں اور بشری ملتوں کے درمیان سیاسی الفت پیدا ہوسکے-

بلاشبہہ- جس طرح مذکورہ بالا عقلا کے نظری اختلافات نے بشریت کو سیاسی پارٹیوں پر تقسیم کرکے اُن کو پرانے اور نئے اختلافات کے فناخیز بحران میں مبتلا کردیا ہے- اسی طرح اُن کے نظریہ کا اتحاد بھی فکر اور رفتار عمل پر قائدانہ اثر ڈالکر وحدت اور اخوت کی جانب اُن کو کھینچے گا اور پھر یہی وحدت اور برادری اپنے حلقہ میں امن اور سلامتی عام کو حکمراں بنادے گی-

حاصل | یہ کہ رہنمایان انسانیت کے سیاسی اختلافات ہمیشہ سے عالم کو تہ و بالا کرتے رہے ہیں- اور اس اختلاف کی بنیاد اس پر رکھی جاتی رہی کہ عقلاء زمانہ کو حکومت اور اس کے معاندین کی شناخت کی توفیق نہیں ہوئی- یہ سبب ہوا کہ اُنکی بلند ترین شخصیتیں اپنے فریب فکر میں مبتلا ہوکر بسا اوقات کسی ایک مخالف حکومت کی مرید ہوگئیں-

و بعضے در پروپوغانده کدام مغرضے اسیر گشته باں دل داده بمقابلۂ حکومت اعانتش راپیشۂ خویش ساخته از امن وسلام خواہی دور و با فتنه انگیزی قرین گشته اند راه مستقیم امن وسلام عالم ہمیں شده میتواند که موصوفین حکومت را از دشمن آں شناخته بخدمت حکومت کمر صداقت را محکم ببندند

صرف ہمیں یک صورت است که، بذریعۂ آں از حلقه قائدین عالم انسانی اختلافات خونیں سیاسی برطرف گشته اوشاں بساختن یک برادری عمومی انسانی که "عامل وپشتیبان بزرگ امن وسلام عام شده بتواند" قادر خواہند گشت- ونیز بخطائے فکری خویش و به تشویقات مغرضین یا گم کردگان راه اسیر نا شده بر صراط مستقیم سیاسی بصورت وحدت کارانه رواں بوده خدمت خاص امن وسلام عالم را خواہند فرمود

قرآن حکیم؛ در کلیۂ اشرف انسانی ہمیں خدمت شریف بشریت را کردن میخواہد که: راہنمایان با رسوخ آں حکومت را از مدعی کاذب حکومت شناخته قابل شوند که: در تشویقات دروغبافان جہاں اسیر شده موجب ذلت ومسکنت وبدقسمتی عمیق انسانیت نگردند-

---

اور کبھی کسی خود غرضانہ پروپاگنڈے میں اسیر ہوکر اُسی کی دلدادہ ہوگئیں اور حکومت کے مقابلہ پر اُس کی امداد کو اپنا پیشہ بنالیا اور اس طرح امن طلبی اور سلامت پسندی سے دور اور فتنہ انگیزی سے متصل ہوگئیں- امن اور سلامتی عالم کا سیدھا راستہ یہی ہوسکتا ہے کہ عقلاء زمانہ حکومت اور دشمن حکومت کے باہمی امتیازات کو پہچان کر حکومت کی خدمت کیلئے کمر صداقت مضبوط کس لیں-　　　صرف یہی ایک صورت ہے جس کے ذریعہ سے قائدین عالم انسانی کے حلقہ سے سیاست کے خونیں اختلافات برطرف ہوسکیں گے اور ایک عمومی انسانی برادری کے بنانے پر اُن کو قدرت حاصل ہوسکے گی- یہی انسانی برادری امن وسلامتی عام کے لئے سب سے بڑا عامل اور سب سے بڑا پشتیبان بن سکے گی-

نیز اس صورت سے عقلاء زمانہ اپنی فکری غلطی- اور اہل غرض اور گم کردگان راہ کی ترغیب اور تشویق میں اسیر نہ ہوکر سیاست کی سیدھی راہ پر اتحاد واتفاق کی صورت سے چل سکیں گے اور امن وسلامتی عالم کی مخصوص خدمات انجام دے سکیں گے-　　　قرآن حکیم شرف انسانی کے دائرہ میں بشریت کی اسی شریف خدمت کو انجام دینا چاہتا ہے- یعنی یہ کہ بااثر اور صاحب رسوخ رہنما- سچی اور صحیح حکومت کو حکومت کے جھوٹے مدعیوں سے ممتاز اور شناخت کرکے اس قابل ہوجائیں کہ دروغ

جواب قرآنی ۱- در جواب سؤال (حاکم کیست؟) واقعہ اختلاف نظر یاسیون بزرگ عالم بعرض پیوست۔ قرآن حکیم: بمقابلہ این اختلاف جہاں سوز فیصلہ پر امن و سلام را بہ بشریت پیش فرمودہ جملہ متفکرین لاغرض را بہ غور و فکر دعوت عمومی میدہد۔

قرآن حکیم: بذریعہ حکمۂ فطری حکومتی و فلسفۂ صحیح سیاسی خویش رہنمائی میفرماید کہ باید فکوران دنیا اول از ہمہ مسئلہ حاکمیت را بصورت متحدہ طے کنند کہ: بدون فیصلہ شدن آں نہ وحدت فکر پیدا می شود و نہ اتحاد عمل، نہ جذبۂ انس و محبت جائے میگردد نہ امن و سلام بشری مقامے میباید

پیش از فیصل نمودن این مسئلہ اولیہ اساسی سنجیدن دو امور لازم است۔

اول:— صفاتے و علامتے کہ بذریعہ آنہا اقتدار اعلیٰ را از غیر آں بشناسند، کدام اند؟

دویم:— ذاتے کہ: فی الواقع دارای صفات مذکورہ باشد، کدام است؟

قرآن حکیم: در خصوص صفاتے کہ: بآنہا اقتدار اعلیٰ از غیر خود شناختہ می شود با سیاسون عالم رفاقت کلی دارد۔ چنانچہ: کیفیت آں در تصویر حکومت و اقتدار اعلیٰ پیشتر گذشتہ است۔

قرآنی جواب اس سوال کے جواب میں کہ حاکم کون ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے مدعیان سیاست کے نظریہ کا اختلاف۔ عرض کیا جا چکا۔

قرآن حکیم اس جہاں سوز اختلاف کے مقابلہ میں ایک پر امن اور سلامتی سے لبریز فیصلہ پیش فرما کر تمام بے لوث اور بے غرض متفکرین کو غور و فکر کی عمومی دعوت دیتا ہے۔

قرآن حکیم اپنے فطری حکومتی۔ حکمت اور صحیح سیاسی فلسفہ کے ذریعہ رہنمائی فرماتا ہے۔ کہ سب سے پہلے چاہیئے کہ دنیا کے متفکرین حاکمیت کے تمام سوالات کو متحدہ صورت سے طے کریں۔ کیونکہ اس فیصلہ کے بغیر نہ وحدت فکر پیدا ہو سکتی ہے اور نہ اتحاد عمل۔ نہ انس و محبت کا جذبہ کوئی جگہ لے سکتا ہے نہ انسانی امن و سلام کوئی مقام حاصل کر سکتا ہے۔ اس مقدم ترین اساسی مسئلہ کے فیصلہ سے پہلے دو باتوں پر سنجیدگی سے غور کرنا۔ ضروری ہے۔ (۱) وہ صفات اور وہ علامت کہ اُن کے ذریعہ سے اقتدار اعلیٰ کو اس کے ماسوا سے شناخت کر سکیں کیا کیا ہیں

(۲) وہ ذات جو فی الحقیقت یہ صفات رکھتی ہے کونسی ہے۔

قرآن حکیم۔ خاصکر اُن صفات کے بارے میں جن سے اقتدار اعلیٰ کو ماسوا سے پہچانا جا سکے دنیا کے سیاست دانوں سے پوری رفاقت رکھتا ہے۔ اُس کی کیفیت حکومت اور اقتدار اعلیٰ کا بیان کرتے ہوئے پہلے گذر چکی ہے۔

چنانچہ آں جملہ صفاتے راکہ عقلائے بشری در اقتدار اعلیٰ قبول کردہ اور اعرش نشیں علویت و قدوسیت حاکمیت تسلیم نمودہ اند" قرآن حکیم در ہدایات خویش ذکر فرمودہ خصائص اقتدار اعلیٰ بودن آنہارا ابلاغ نمودہ است قرآن مبین، پیہم بیانات دادہ کہ: خصائصے" کہ: ہوشمندان بشریت برائے اقتدار اعلیٰ و حاکم تجویز نمودہ اند" ہمہ آنہا صحیح و درست و حق ہستند و بدون پدیدار کردن آنہارا در نہاد خویش کسے را حق نیست کہ: خود را و یا دیگرے را کہ: غیر الٰہی باشد برکائنات حکومت یا اقتدار اعلیٰ بشناسد!

ولے قرآن حکیم؛ در امر غور طلب دویم رکہ: ایں صفات فی الواقع در کدام قوت موجود اند؟) از رفاقت سیاسیون عالم معافی خواستہ باوشاں رہنمائی میفرمائید کہ: ایں صفات بس جلیلہ در بشرے و در بشریت ابداً وجود ندارند۔ چراکہ ا—— ایں ہمہ صفات ہستند فوق الطبیعۃ پس برائے آنہا موصوف ہم فوق الطبیعہ لازم است —— بشریت را با اینکہ ما گل سرسبد کائنات واشرف المخلوقات میدانیم، ولے جملہ اوصاف کہ از طبیعتش بلند نیستند دارد

چنانچہ منجملہ ان صفات کے کہ عقلاء بشری نے اقتدار اعلیٰ میں تسلیم کی ہیں۔ (ایک یہ کہ) اسکو حاکمیت کی بلندی اور جملہ عیوب سے پاکبازی کا عرش نشیں اور سریر آرا تسلیم کیا ہے۔ (یعنی ضرورت ہے کہ وہ جملہ اغراض اور خواہشات سے برتر ہو۔ اور تمام عیوب اور نقصانات سے پاک ہو۔)

قرآن حکیم نے اپنی ہدایات میں۔ اقتدار اعلیٰ کے انہیں ذکر فرمودہ خصائص کی تبلیغ فرمائی ہی قرآن مبین نے متواتر اور پیہم بیانات دئے ہیں کہ وہ خصوصیات۔ جنکو "ہوشمنداں بشریت" نے اقتدار اعلیٰ اور حاکم کے لئے تجویز کئے ہیں تمام صحیح۔ درست اور حق ہیں۔

اپنی ذات میں ان خصائص کو ظاہر کئے بدون کسی کو حق نہیں کہ خود کو یا حضرت حق جل مجدہ کے ماسوا کسی دوسرے کو کائنات حکومت میں اقتدار اعلیٰ کی حیثیت سے تسلیم کرے۔ لیکن دوسرے غور طلب امر میں یعنی اس مسئلہ میں کہ یہ صفات فی الواقعہ کس قوت میں موجود ہیں۔ دنیاوی سیاستدانوں کی رفاقت سے معافی چاہکر انکی رہنمائی فرماتا ہے کہ یہ جلیل الشان صفات کسی انسان میں یا جامعہ بشریت میں کبھی بھی موجود نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ تمام صفات فوق الطبیعہ ہیں لہٰذا ان صفات کا موصوف بھی فوق الطبیعہ ہوگا۔ بلاشبہ انسان گلدستہ کائنات کا سب سے بہتر پھول ہی بلاشبہ واشرف المخلوقات ہے مگر وہ اپنے اندر صرف وہی صفات رکھتا ہے جو اسکی طبیعت اور فطرت سے بلند نہ ہوں۔

ہرگز بصفتے وقدرتے کہ: فوق الطبیعہ بودہ باشد" مالک دیدہ نمی شود لذا:- قبول نمودن ایں صفات فوق الطبیعہ درقوائے حاکمۂ عادی (انسانہائے مساوی الرتبہ) یک نمایاں زورآوری است یا یک امرغیرواقعی — چہ؛ بدیہی است کہ: ازقوائے حاکمۂ مجوزۂ شاں "شخص شاہ مطلق باشد یا جماعت امرا، یا حزب فقرا، حتیٰ کہ اگر جمہور وطن یا کل بشریت ہم باشد" ازانسانیت عادی بلند شدہ قوت واقتدارش فوق الطبیعہ، نامحدود شدہ نمی تواند،

ایں است کہ: فرض و وظیفۂ بشریت عقیلہ است کہ: برائے چنیں صفات غیرمحدودہ فوق الطبیعہ موصوفے را دریافت کنند کہ:- آں ہم فوق الطبیعہ وازحد ونہایت درارالورا، بودہ باشد-
قرآن مجید؛ دراولین جملہ درس اساسی (سورہ فاتحہ) الحمد للہ خویش رہنمایاں بشری رابسوئے آں موصف فوق الطبیعہ نامحدود رہنمائی فرمودہ وحکومت وقدرت اعلیٰ و اقدس اورا ازمخاصمین فتنہ پرورش امتیاز تام بخشیدہ موقع فراہم میکند کہ، ممدحین ازفریب نظر خویش ونیز ازاثرتنویم پروپیغانڈۂ مغرضین یاگم کردگان راہ محفوظ ماندہ ازقوائے نامحدود فرضی

وہ کبھی بھی کسی ایسی صفت اور ایسی قدرت کا مالک نظرنہیں آتا- جواس کی طبیعت اور فطرت سے بلند اور برتر ہو- لہٰذا ان فوق الطبیعہ اور فطرت سے بالا صفات کا ان قوتوں میں تسلیم کرلینا جو عام طور پر حاکم مانی جاتی ہیں- یعنی ایک جیسے اور مساوی مرتبہ انسانوں میں ان اوصاف کو مان لینا، کھلی ہوئی سینہ زوری اور ایک ایسے معاملہ کے متعلق زورآوری ہے جو قطعاً فرضی اور غیرواقعی ہے-
کیونکہ کھلی ہوئی بات ہے کہ شاہ مطلق- اور شہنشاہ کی ذات ہو یا امرا کی پارلیمنٹ- یا مزدوروں کی کونسل- حتیٰ کہ اگر جمہور وطن یا تمام عالم انسانی کا جمہوریہ بھی ہو- بہرحال کسی صورت میں بھی یہ ممکن نہیں کہ اس کا اقتدار عام فطری اور انسانی حدود سے متجاوز ہوکر فوق الطبیعہ یعنی فطرت سے بالا اور لامحدود- ہو- لہٰذا- سمجھدار انسانی طبقات کا فرض اور ان کا منصبی وظیفہ ہے کہ ایسی غیرمحدود اور فوق الطبیعت صفات کے لئے کوئی ایسا موصوف تلاش کریں جو فوق الطبیعہ اور تمام حدود سے ورا الورا ہو- قرآن مجید نے درس اساسی کے سب سے پہلے فقرہ سورہ فاتحہ (الحمد للہ) میں اس فوق الطبیعہ اور غیرمحدود موصوف کی طرف رہنمایان بشری کی رہنمائی فرمائی ہے- اور اسی ذات اعلیٰ واقدس کی حکومت اور قدرت کو فتنہ پرور دشمنان حکومت سے ممتاز کرکے موقع فراہم کردیا ہے کہ عقلاء زمانہ اپنے فریب نظر یا خودغرضوں اور گم کردگان راہ کے غفلت میں ڈالنے والے پروپاگنڈہ سے محفوظ رہکر ان قوتوں سے (جن کو غیرمحدود فرض کرلیا گیا ہے-

(محدودہ انسانی) روئے خویش را حنیفانہ برگردانند و بر حاکمیت نا محدود واقعی اتفاق فرمودہ جہاد مقدس وحد نگارانہ فرمایند ۔ تا ۔ از جامعۂ اشرف بشری بحرانہائے شرف سوز خونیں دور شوند و کلیہ انسانی یک دنیائے برادران گردد کہ : ہمہ افرادش لبریز از انس و محبت، ایثار و مروت، توقیر و شفقت باشند۔

قرآن حمید؛ بہ کلیہ الحمد للہ نہ اینکہ : بقدرت مطلق رہنمائی میفرماید. بلکہ : ببداہت وجودش برہان نیز پیش میکند. یعنی ثابت میکند کہ: او تعالیٰ در عالم وجود بحیثیت آفتاب وجود و سائر صفات جلوہ فرما و تجلی ریز است چہ ہستی و صفات کائنات کہ : بنظر ما می خورند ہمہ عرضی اند و ظلی، و ظل بدون اصل خود کجا صورت بندد ؟ آفتاب زمین اگر بدون آفتاب آسمانی، روشنی ہائے گردپہائے جہاں اگر بدون قوت برقی، تصاویر متحرک سینمائی اگر بغیر فلمش صورت می بست۔ البتہ اوصاف ظلی عالم ہم بدون وجود اصل خویش در عالم شہود قدم ماندہ می توانستند !!!

(یعنی محدودہ انسانی) حنیفانہ اور ایک جویائے حق کی طرح منھ موڑ کر اُس ذات کی حاکمیت پر اتفاق کرلیں جس کی حکومت حقیقتاً غیر محدود اور غیر متناہی ہے۔ اور پھر یکجہتی کے ساتھ۔ ایک مقدس جہاد کریں تاکہ انسان کے شریف ترین جامعہ سے شرف سوز خونی بحران دور ہو دیں۔ اور کلیہ انسانی بھائیوں بھائیوں کی ایک دنیا بن جائے۔ جس کے تمام ہی افراد ۔ انس و محبت ایثار و مروت اعزاز و شفقت سے لبریز ہوں۔

قرآن حمید ۔ الحمد للہ کے کلیہ سے صرف یہی نہیں کہ اُس ذات اعلیٰ و اقدس کی قدرت مطلقہ کی جانب رہنمائی کرتا ہے۔ بلکہ اُس کے وجود کی بداہت پر بھی دلیل پیش کرتا ہے۔

یعنی ثابت کرتا ہے کہ وہ باری تعالیٰ ۔ عالم وجود میں آفتاب کی طرح سے وجود اور تمام صفات کی جلوہ بیزی کرتا ہے۔ اور جس طرح آفتاب روشنی کا پرتو ڈالتا ہے اُس کی تجلی خود وجود۔ اور تمام صفات میں جو کائنات عالم انسانی کو عطا ہو رہی ہیں پرتو انداز ہے ۔ کیونکہ تمام ہستیاں اور کائنات کی تمام صفات ۔ جو ہماری نظر میں آتی ہیں ۔ سب عرضی اور ظلی ہیں ۔ اور عرضی یا ظلی ۔ اپنے اصل کے بدون کب ممکن ہے کہ صورت پذیر ہو سکے۔ یہ زمین کی دھوپ اگر آسمانی آفتاب کے بدون دنیا بھر کے قمقموں کی روشنی اگر بجلی کے بغیر ۔ اور سینما کی متحرک تصاویر اگر اپنے فلم کے بغیر ظہور پذیر ہو سکتی ہیں تو اس عالم کی ظلی اوصاف بھی اپنی اصل کے وجود کے بغیر عالم شہود میں قدم رکھ سکتی ہیں ۔

آیا قابل حیرت نیست کہ: انوار گرو پہائے برقی حرکتے قبر یکہا دماشین ہا سرعت انتقال آواز بمسافات بعیدہ نشر صوت وغیرہ چند اوصاف ظلی بریک موجود غیر مرئی (قوت برق) دلیل قناعت بخش شدہ می توانند، واوصاف عالمگیر ظلی تمام کائنات از ثبات ذات غیب عاجز مانند۔

الغرض:۔ کلیہ الحمد للہ برہان قاطع است و ناقابل تردید بر اینکہ: موصوف فوق الطبیعۃ کہ قرآن حکیم، جملہ ہوشمندان وغیرہ ہوشمندان بشری را بقبول نمودن علویت و قدوسیت (حاکمیتش) دعوت عام دادہ سررشتہ امن وسلام آنرا میفرماید" موجود است و بہ آفتاب ہستی اصلی خویش تاریکی نیستی کائنات را محو ونابود ساختہ است۔ تفصیل عرض ہذا در تفسیر مفصل فاتحہ دادہ ام شائقین درانجا ملاحظہ فرمایند!

اساسہائے امن وفتنہ از عرض طویل من آوارہ اساسہائے امنیت وفتنہ متعین شدہ انسان قادر ساختہ است کہ: آزادانہ بمیل طبیعت خو روانہ گردد۔ یا بیفکرانہ فتنہ انگیزی را اختیار نمودہ شرافت انسانی را بدین آتش شرف سوز خاکستر سازد ـــ ویا ـــ

مگر کیا یہ حیرت انگیز نہیں کہ بجلی کے قمقموں کی روشنیاں۔ ملوں اور مشینوں کی حرکت۔ آلہ نشر صوت (وائرلیس وغیرہ) کے ذریعہ سے مسافات بعیدہ پر بسرعت آوازوں کا انتقال وغیرہ وغیرہ تمام ظلی صفات۔ ایک موجودہ طاقت یعنی برق کے ثبوت اور وجود کی کافی دلیل بن سکتی ہیں۔ حالانکہ وہ برق ہماری آنکھوں کے سامنے نہیں۔ لیکن ساری کائنات کی عالمگیر ظلی صفات اس ذات کی دلیل بننے سے عاجز اور قاصر ہیں۔ جو اُن کی اصل اور ہماری نظروں کے ادراک سے بالا ہے۔

خلاصہ یہ کہ کلیۂ الحمد للہ قاطع اور ناقابل تردید دلیل ہے اس امر پر کہ وہ فوق الطبیعۃ موصوف جسکی برتری بے عیبی یعنی جسکی حاکمیت قبول کرنیکی نوع انسان کے تمام ہوشمندوں اور غیر ہوشمندوں" کو قرآن حکیم دعوت عام دے رہا ہے۔ اور جسکو امن وسلامتی کا سررشتہ قرار دیتا ہے وہ بلا شبہہ موجود ہے اور اپنے وجود اصلی کے آفتاب سے کائنات کے عدم اور نیستی کی تاریکی کو محو اور ناپید کر دیا ہے (اور اس طرح کائنات عالم کے عدم اصلی کو اپنے وجود کے پر تو سے ہستی کا شرف بخشا ہے) اس عرضداشت کی تفصیل اپنی دوسری تصنیف "تفسیر مفصل فاتحہ" میں میں نے پیش کی ہے۔ شائقین وہاں اسکو ملاحظہ فرمائیں۔

امن اور فتنہ کی بنیادیں بندہ آوارہ کی طویل عرض سے امنیت اور فتنہ کی بنیادیں متعین ہوگئیں۔ اور اب انسان کو قدرت حاصل ہوگئی ہے کہ اپنی طبیعت کے میلان کی بموجب آزادی کے ساتھ روانہ ہو یا بیفکری اور ناسمجھی سے م

بر رہنمائی مقدس قرآن حکیم گوش فکر وہوش را نہادہ مدبرانہ بصراط مستقیم خدمت امن و سلام بشری رواں گشتہ شرافت دارین خویش و بنی نوع شریف خود را حفاظت نمودہ سعید ابدی دنیا و آخرت گردد!

اساس فتنہ مسلکہائے سیاسی ہستند کہ: اقتدار اعلیٰ بہ قوائے میگویند کہ: ذاتاً از علو و حاکمیت عاری ہستند، چوں از یں قوتہا بر یکے اتفاق بشریت محال عملی است لذا بوسیلہ آنہا غیر از اختلافات فتنہ زا چیزے نروئیدہ و تا ابد نخواہد روئید!

اساس امن عام مسلک حکومت قدسی الٰہی است۔ قرآن حکیم اعلان میفرماید کہ بریں مسلک مقدس نہ اینکہ: اتفاق کل امم و ملل بشریت ممکن است بلکہ اتفاق نمودن شاں برآں فطرت انسانیہ شاں ہم است و وظیفہ عقل و تدبر بشری۔ بناً علیہ معمار امن و سلام بشری صرف ہمیں مسلک سیاسی شدہ می تواند و بس!

اور یا قرآن حکیم کی مقدس رہنمائی پر فکر وہوش کے کان دھر کر۔ مدبرانہ انداز میں خدمت امن و سلام بشری کے سیدھے راستہ پر چل کر اپنی اور اپنے شریف ہم جنسوں کی دونو جہان کی شرافت محفوظ رکھ کر۔ دنیا اور آخرت میں ابدی سعادت کا حصہ حاصل کرے۔

فتنہ کی بنیاد وہ بہت سے سیاسی مسلک ہیں جو اقتدار اعلیٰ کو ایسی قوتوں کا حصہ قرار دیتے ہیں جو ذاتی اور اصلی طور پر برتری اور حاکمیت سے عاری ہیں۔ چونکہ ان قوتوں میں سے کسی ایک عام نوع بشریت کا اتفاق کر لینا عملاً محال ہے لہٰذا ان سیاسی مسلکوں کے ذریعہ سے فتنہ زا اختلافات کے سوا نہ کوئی چیز آج تک پیدا ہوئی اور نہ قیامت تک پیدا ہو سکتی ہے۔

امن عام کی بنیاد مقدس حکومت الٰہی کا مسلک ہے۔

قرآن حکیم اعلان فرماتا ہے کہ:

نہ صرف یہ کہ اس مقدس مسلک پر تمام بشری امتوں اور تمام ملتوں کا اتفاق ممکن ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس مسلک پر اتفاق کرنا خود اُن کی انسانی فطرت اور اس کا تقاضا ہے۔ اور اُن کے بشری تدبر اور عقل کا فرض منصبی۔

لہٰذا امن و سلام بشری کا معمار صرف اور فقط یہی سیاسی مسلک ہو سکتا ہے۔ اور بس۔

خدمت امن وسلام عالم

شک نیست کہ: بشریت بصیر بہ امن وسلام جامعۂ خویش خیلے محتاج است وبخدمتش عاشق فداکار بودہ آرزوہائے مجذوبانہ دارد کہ: ہمہ ہست وبود خویش را درراہ تامین امن وسلام جامعۂ خویش فداسازد۔ مگر آہ! جمعیت غلط کردار سیاسی برسر آں راہ اینیت راچندے مشتبہہ ساختہ است کہ: انسان بحالات موجودہ بسوئے آں یک گام صحیح ہم برداشتہ نمیتواند۔

من آوارہ گمنام وطن، محض بتوفیق اعلیٰ حضرت الٰہی وبامداد فیض خاص فرامین قدسیہ وارادات سنیہ اش (قرآن حکیم) خود را کامراں مے بینم کہ: سراط سویٔ مستقیمٔ خدمت امن را "کہ: قرآن مبین آنرا بنور ہدایت خویش روشن فرمودہ است" بحضور بنی نوع مہجور ومطلوب خویش بزبان سیاسی عصری ترجمانی نمودہ کسب ثواب بنمایم۔ الحمد للہ علی ذلک والشکر لہٗ! ——

راہ راست امن وسلام کائنات واشرف مخلوقات ایں است کہ:

باید ہر فرد بشر بہ عرائض سابقۂ من آوارہ چشم حق بیں خود انداختہ محققانہ وانسانیت کارانہ عقیدہ نماید کہ

خدمت امن وسلام عالم

کوئی شک نہیں کہ صاحب بصیرت بشریت اپنے جامعہ کی امن وسلامتی کی بہت زیادہ محتاج ہے۔ اور اس کی خدمت کے لئے فداکار عاشق بنکر مجذوبانہ آرزو رکھتی ہے کہ جو کچھ اُس کے پاس ہے وہ سب اپنے جامعہ کے امن اور سلامتی کی راہ میں قربان کر دے۔ مگر افسوس غلط کار سیاسی جمعیۃ جو اس کے سر پر سوار ہے۔ اُس نے امن وامان کے راستہ کو اتنا مشتبہہ کر دیا ہے کہ انسان بحالت موجودہ اسکی طرف ایک قدم بھی سیدھے طور پر نہیں رکھ سکتا۔

"میں آوارہ گمنام وطن" محض اعلیٰ حضرت الٰہی کی توفیق نیز اُس کے فرامین قدسیہ اور اُس کے لوح محفوظ کے ارادات یعنی قرآن حکیم کے فیض خاص کی امداد سے خود کو کامیاب پا رہا ہوں کہ۔ خدمت امن کی سیدھی راہ کو (جس کو قرآن مبین نے اپنی ہدایت کے نور سے روشن فرمایا ہے) اپنی مہجور ومطلوب بنی نوع کے حضور میں دور حاضر کی سیاسی زبان کے ذریعہ سے پیش کر کے ثواب حاصل کروں۔ " الحمد للہ علیٰ ذلک والشکر لہ "

کائنات اور اشرف المخلوقات کی امن اور سلامتی کی سیدھی راہ یہ ہے کہ ہر ایک انسان کو چاہیئے کہ گذشتہ معروضات پر چشم حق بیں ڈالکر محققانہ اور انسانیت کارانہ عقیدہ کر لے۔ کہ

ضامن امن وسلام دنیا صرف یک مسلک سیاسی ونظام دولتی شدہ می تواند. قبول نمودن دویا چند نظامہائے سیاسی در کلیہ شریف انسانی مرادف بہ برباد دادن امن عام است بدست امن پرور خویش دو پادشاہ در اقلیمی نگنجند ؎

لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا (ترجمہ) اگر در عالم (برائے شاہی تکوینی اش) چند مطاع مطلق یعنی اقتدارہائے اعلیٰ یا حاکم ہے بودند۔ آں بالیقین تاحالے برباد می شد

آں یگانہ مسلک سیاسی ضامن امنیت عمومی. صرف "مسلک فطری حکومت ملک الناس جل مجدہٗ" می باشد۔ چہ بدون ایں مسلک قدوسی امکان نیست کہ: سوادِ اعظم ملل وامم عالم برآں جمع شدہ مخاصمین امن وسلام را زیر دست قدرت اجرائی سخت خویش گرفتہ آنہا را قرار و باسکون نگاہ داشتہ بتواند۔ پس راہ مستقیم خدمت امن عام ہمیں است کہ ہر انسان باید ایں مسلک فطری را قبول نمودہ بخدمت توسیع و ترقیش بہمہ موجودیت خویش تا آخری نفس مبلغانہ وقف بودہ باشد۔

(۱) امن اور سلامتی دنیا کا ضامن صرف ایک سیاسی مسلک اور ایک ہی حکومتی نظام ہو سکتا ہے۔ دو یا زیادہ سیاسی نظام شرف انسانی کے کلیہ میں قبول کر لینا اس کے ہم معنی ہے کہ خود اپنے امن پرور ہاتھ سے امن عام کو برباد اور فنا کر دیا جائے۔ مثل مشہور ہے۔ دو بادشاہ در اقلیمے نہ گنجند۔

حق جل مجدہٗ کا ارشاد ہے۔

لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا	اگر عالم میں (اسکی شاہی تکوین کے لئے) چند مطاع مطلق چند اقتدار اعلیٰ یا چند حاکم ہوتے تو یہ عالم کبھی کا برباد ہو گیا ہوتا

(۲) ملک الناس (جل مجدہ) کی فطری حکومت کا مسلک ہی۔ وہ یکتا سیاسی مسلک ہو سکتا ہے جو عمومی امن داماں کا ضامن ہو سکے۔ کیونکہ اس قدوسی مسلک کے بغیر ممکن نہیں کہ ملل اور امم عالم کا سوادِ اعظم دنیا کی جماعتوں اور مذہبوں کی بہت بڑی اکثریت کسی ایک مسلک پر متفق و متحد ہو کر مخالفین اور مقابلین امن وسلام کو اپنی اجرائی مضبوط قوت کے نیچے دبائے اور ان فتنہ انگیز ونکی شرارتونکو روک سکے

لہٰذا خدمت امن عام کا سیدھا راستہ صرف یہی ہے کہ ہر ایک انسان اپنا فرض تصور کرلے کہ اس فطری مسلک کو قبول کر کے اُس کی ترقی و توسیع میں اپنی تمام تر پونجی کے ساتھ آخری سانس تک مبلغانہ خدمات کے لئے وقف ہو جائے۔

ؔ بہت بھاری اکثریت ۱۲

عقیدہ۳ محققانۂ رضا کارانہ نماید کہ: غیر از حکومت قدسی الٰہی جملہ مسلکہائے دولتی ضد امن عالم اند۔ امنیت جہان بہمراہ اینان مطلق جمع شدہ نمی تواند ــــ لذا تا آخرین نقطہ سعی باید کرد کہ: قلوب انسانیت امن دوست از گرفت آنہا نجات ابدی یابند و بدین طریق زور فتنہ یوماً فیوماً کم شدہ از حرکت باز ماند۔

سرشتہ۴ مضبوط کردہ آید کہ: معتقدین این مسلکہائے فتنہ پرور زیر اثر مرکز اجرائی حکومت فطری امن پرور در آمدہ از قوت پرورش فتنہ و فساد در عالم محروم ابدی بشوند۔

خلاصہ

حاصل معروضات بالا ایم اینکہ: بر ہمہ کائنات حاکم طبعی و اقتدار اعلیٰ فطری صرف علیحضرت و اقدس ملک الناس جل مجدہ می باشد و غیر ازین ہر قدرتے کہ: خود را حکومت یا اقتدار اعلیٰ در بشریت میخواند ہماں است مخاصم حکومت، و دشمن امن و امان بشریت۔ لہذا:ــ

(۳) رضا کارانہ طور پر یہ سچا اور محقق عقیدہ قرار دے لے کہ مقدس حکومت الٰہی کے ماسوا۔ تمام حکومتی مسلک امن عام کے دشمن ہیں۔ اُن کے ساتھ جہاں کا امن و امان کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتا لہذا آخری نقطہ تک کوشش کرنی چاہیئے کہ امن دوست انسانیت کے قلوب (غیر الٰہی) حکومتوں کی گرفت سے ابدی نجات حاصل کریں۔ اور اس طریقہ سے فتنہ کا زور روز بروز

(۴) اس سرشتہ کو کافی مضبوط کر دینا چاہیئے کہ فتنہ پرور مسلک کے سارے معتقد امن پرور فطری حکومت کے تنفیذی اور اجرائی مرکز کے زیر اثر آکر فتنہ اور فساد کی پرورش کی قوت سے سارے عالم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محروم ہو جائیں۔

خلاصہ

میری معروضات بالا کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ساری کائنات میں حاکم طبعی۔ اور تمام عالم وجود پر فطری اقتدار اعلیٰ صرف اعلیٰ حضرت و اقدس ملک الناس رب العالمین جل مجدہ کو حاصل ہے اور اس کے ماسوا جو قدرت اور طاقت بھی عالم انسانی میں اپنے لئے حاکمیت اور اقتدار اعلیٰ کی خواہاں ہے وہ حکومت کی مقابل اور مخالف ہے اور بشری امن و امان کی دشمن

اگر انسانیت یا انسانے ازیں حکومت فطری خویش "کہ یگانہ وسیلۂ امنیت عالم است" روئے تابعیت و محبت خود را برگردانیدہ بحماقت حمایت نمودن مسلکے غیر ازیں جسارت ورزد۔ آں راہ خدمت امنیت را ترک دادہ راہ فساد انگیزی و امن سوزی را اختیار خواہد نمود۔ و قدرت عطائی خویش را "حکومت محض برائے خدمت خویش و مخالفت دشمنان امنیت جہاں باو دادہ است" بدست دشمنان امن و سلام دادہ خود را خدمتگذار آمال امن دشمن و فرمانبردار (وزیر) اغراض مہلکۂ فساد دوست شان می سازد۔ و بدیں جہالت عمیق علمی خویش خویشتن را از مقام اشرف انسانی خود سقوط دادہ بجائے تعمیر جہاں آلۂ تخریب آں میگردد۔ چنانچہ امروز بشریت مدعی عقل و دانش را مے بنیم کہ: زیر اثر ایں مسلکہائے فساد دوست بدست خویش اسباب تجربۂ آتشیں را برائے تباہی عمومی جہاں ساختہ می روند۔ و باوجود دعوہائے امنیت خواہی ہمیں جہاں سوزی شرف سوز را یگانہ مایۂ شرف و سعادت خود میدانند بلکہ مساعی فتنہ پرورانہ خویش را جہاد امن و سلامتی می نامند

لہذا اگر انسانیت یا کوئی انسان امن عالم کے اس یکتا وسیلہ یعنی فطری حکومت کی تابعیت اور محبت سے روگردانی کر کے اپنی حماقت سے کسی دوسرے مسلک کی حمایت کرنے کے لئے دلیری اور جرأت کرے۔ تو وہ خدمت امن کا راستہ چھوڑ کر فساد انگیزی اور امن سوزی کا راستہ اختیار کریگا اور وہ عطائی اور بخشی ہوئی طاقت جو حقیقی اور سچی حکومت نے اس کو صرف اس لئے دی تھی کہ اس مقدس حکومت کی خدمت اور امنیت جہان کے دشمنوں کی مخالفت میں اسکو صرف کردے۔ وہ اس طاقت کو دشمنان امن و سلام کے حوالہ کر کے خود کو دشمنان امن کی آرزوؤں کا خدمتگذار۔ اور ان کے فساد دوست ہلاکت بار اغراض کا فرمانبردار یعنی وزیر بنا رہا ہے۔ اس گہری علمی جہالت اور نادانی کے باعث انسانیت کے مقام اشرف سے خود کو گرا کر تعمیر جہاں کا آلہ بننے کے بجائے خود کو تخریب جہاں کا ذریعہ بنا رہا ہے۔ چنانچہ آج ہم عقل و دانش کی دعویدار بشریت کو دیکھ رہے ہیں کہ ان فساد دوست مسلکوں کے زیر اثر۔ خود اپنے ہاتھوں سارے عالم کی عمومی تباہی اور بربادی کے لئے آتشیں آلات کا تجربہ کرتے جا رہے ہیں۔ اور امن خواہی اور امان پسندی کے بلند بانگ دعوؤں کے باوجود۔ اس شرف سوز جہاں سوزی کو شرف و سعادت کا بے نظیر سرمایہ سمجھتے ہیں۔ بلکہ فتنہ پرور جد و جہد اور کوششوں کا نام جہاد امن و سلامتی رکھ چھوڑا ہے۔

ونقشہ بخمابون بیوتہم بایدیہم را بدست خود کشیدہ بیگانگی را از عقل وبصیرت روشن می کنند فاعتبروا یا اولی الابصار!!!

نادانی خانہ خراب بل جہاں تباہ ازیں بیش ممکن نیست - مگر ؎

گراز بسیط زمین عقل منعدم گردد　　بخود گماں نہ برد ہیچ کس کہ نادانم

اگر ہوشمندان عالم بریں دعوت امن وسلام قرآنی گوش نہ نہند، البتہ دیر نخواہد گذشت کہ: لقمۂ نہنگ بربادی ابدی بشوند!

ایں است کہ قرآن عظیم بہ بشریت عظمیٰ ندا داد کہ: بیا. د حکومت خویش را از مخاصمین فتنہ جو شناختہ صورت اساسی امنیت وسعادت خویش را دریاب — وسعود دارین شو!!!

الطاف خاص حکومت اکرم عمیم حکومت اعلیحضرت الہی است کہ: از آغاز بشریت تا ایندم در ہر عصر قوائے اجرائی وتبلیغی (انبیاء علیہم السلام) خویش را فرستادہ بسوئے ایں صراط مستقیم حفاظت امن وسلام کائنات ہدایت را تکرار فرمودہ بہ بشریت فراموش کار درس فراموش شدہ اش را باز بیادش دادہ است

اور مخربون بیوتہم بایدیہم کا نقشہ خود اپنے ہاتھوں سے کھینچکر عقل وبصیرت سے بیگانگی کو روشن اور واضح کر رہے ہیں- فاعتبروا یا اولی الابصار

اس سے زیادہ کوئی خانہ خراب بلکہ جہاں تباہ نادانی ممکن اور متصور نہیں- مگر — مثل مشہور ہے - اپنی عقل انسان کو زیادہ معلوم ہوتی ہے-

گراز بسیط زمیں عقل منعدم گردد　　بخود گماں نبرد ہیچ کس کہ نادانم

اگر ہوشمندان عالم قرآن حکیم کی پیش کردہ امن وسلامتی کی دعوت پر توجہ نہ کریں گے تو یقیناً زیادہ عرصہ نہ گذریگا کہ نہنگ بربادی کا لقمہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہو جائیں گے-

یہی سبب ہے کہ قرآن عظیم - بشریت عظمیٰ کو دعوت دے رہا ہے کہ آؤ اور اپنی سچی حکومت کو فتنہ پرور مخاصمین کی حکومت سے الگ تھلگ خوب پہچان کر اپنی امنیت اور سعادت کی بنیادی صورت معلوم کر لو - اور سعود دارین ہو جاؤ-

حکومت صادقہ کے خصوصی الطاف اعلیٰ حضرت الہی جل مجدہ کی حکومت کا عام کرم ہے کہ آغاز بشریت سے لیکر اس وقت تک ہر زمانہ میں اجرائی اور تبلیغی قوتوں یعنی اپنے نبیوں (علیہم السلام) کو بھیجکر امن وسلامتی عالم کے تحفظ کی اس صراط مستقیم کی جانب بار بار ہدایت کرتی رہی ہے اور فراموش کار بشریت کو ... فراموش شدہ ... بار بار یاد دلاتی رہی ہے-

واخیراً۔ جملہ رہنمائی ہائے موقتی گذشتۂ خویش را بضربات مضی تحریفات مردم فنا قریں ساختہ درعالم فانی بآخرترین ھدایت نامہ (قرآن حکیم) خویش بحفاظت فوق العادۃ خود ابدیت بخشیدہ است — چنانچہ — امروز ایں ابدیت عدیم المثال قرآن عظیم دعوی بادلیل دارد کہ، در حلقہ بشریت امنیت خواہ فرمان واصولنامہ ابدی حکومت فطری صرف ہماں است!!!

قرآن مبین؛ تکرار ہماں راہ راست خدمت امنیت عالم است کہ درسابق مدام از طرف حکومت مہربان وامن پرور شدہ است وے؛ چوں بشریت نموی نظر خویش را بکمال رسانیدہ برشد محسوس خویش رسیدہ است پس بعد از عہد رشد وکمال برایش ضرورتے نماندہ کہ: بعد از ینہم تکرار شود — ایں است کہ:۔ قرآن حکیم؛ برائے بشریت رشد دیدہ ز عہد نبوت محمدیؐ نہ صرف تکرار ہدایت ویاد دہانی صراط مستقیم امن عام است۔ بلکہ؛ دیک قانون ناقابل تبدیل حقوقی ودیک نظام کامل ترین اجرائی ابدی را ہم برائے بشر اشرف پیش فرمودہ است)

وچونکہ؛۔ ایں ہر دو پیشکشہائے بے بہائے قرآنی بر آخریں مطلوب انسانی

اور آخر میں تمام گذشتہ رہنما اور انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کو جو انسانی تحریکات کی فنا کن ضربات سے (خلط ملط ہو چکی تھیں) ختم کر کے عالم فانی کے اندر سب کے آخر میں اپنے ہدایت نامہ یعنی قرآن عظیم کو اپنی مخصوص اور فوق العادت حفاظت کے ذریعہ سے ابدیت اور دوامی پائیداری عنایت فرمائی۔

چنانچہ قرآن عظیم کی یہ عدیم المثال اور بے نظیر ابدیت اس امر کا دعویٰ بادلیل ہے کہ امن خواہ بشریت کے حلقہ میں۔ حکومت فطری کا ابدی فرمان اور اصولنامہ صرف یہی ہے اور بس۔

قرآن مبین امنیت عالم کی خدمت کا وہی سیدھا راستہ ہے۔ جو گذشتہ زمانوں میں مہربان اور امن پرور حکومت کی جانب سے بنایا جاتا رہا۔ لیکن چونکہ بشریت اپنے نشوونمو کو کمال پر پہنچا کر اپنے محسوس رشد وبلوغ کی حد کو پہنچ چکی تھی۔ لہٰذا عہد رشد وکمال کے بعد کوئی ضرورت نہ رہی کہ پھر بھی بار بار انبیا علیہم السلام کے ذریعہ سے یاد دہانی ہوتی رہے۔ چنانچہ قرآن حکیم نہ صرف یہ کہ سن رشد کو پہنچی ہوئی بشریت کے لئے نبوت محمدی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے عہد مبارک سے ہدایت کا تکرار اور امن عام کے صراط مستقیم کی یاد دہانی کر رہا ہے۔ بلکہ وہ ایک ایسا قانون بھی بشر اشرف کیلئے پیش فرما رہا ہے جو ناقابل تبدیل حقوقی قانون ہے اور ایک کامل ترین اجرائی نظام ہے جو ہمیشہ ہمیشہ باقی اور محفوظ رہے گا۔ جبکہ قرآن حکیم کی یہ دونوں بے بہا پیشکش انسان کے آخری مطلوب

(مساوات حقوق و عدالت بے رعایت) مبنی می باشد، پس تا آخر ہمراہ فکر رشد دیدۂ بشریت سازش خواہند داشت و در نظر فکوراں پاک طینت و بے غرض و امن خواہ ہیچ وقت قابل اعراض و اعتراض نخواہد بود۔

ہدایت بسوئے صراط مستقیم امن عام، درس اساسی سورۂ اساس القرآن (سورۂ عظیمہ فاتحہ) است و ہمیں خلاصۂ تعلیمات عدیم المثال فرقان حمید ہم است و من آوارۂ وطن ہمیں تعلیمات حکیمانہ و امنیت خواہانہ قرآن کلیم را در تفسیر و تفسیر مفصل فاتحہ۔ و در دیگر آثار خویش بر اسلوب عصری تبلیغ نمودہ ام فالشکر للہ علیٰ ذالک والتوفیق والہدایت منہ ولا ملجاء ولا منجا من اللہ الا الیہ و لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ علی المرسلین فا

الحمد للہ رب العلمین فقط

مبلغ حکومت الٰہی)

ابو الحامد محمد بن عبد اللہ انصاری الذی یقال لہٗ منصور عفا عنہ

کابل دار السلطنۃ افغانستان ۴۔ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ

یعنی مساوات حقوق اور بے لوث و بے رعایت عدل و انصاف پر مبنی ہیں۔ لہذا ارشد و سعید بشریت کے فکر کے ساتھ آخر تک موافقت کرتی رہیں گی اور پاک طینت۔ بے غرض اور طالب امن مفکرین کی نظریں کبھی بھی قابل اعراض اور قابل اعتراض نہ ہو سکیں گی۔

امن عام کے صراط مستقیم کی جانب ہدایت اس سورت کا اساسی درس ہے جو پورے قرآن پاک کی بنیاد ہے۔ جس کا نام سورۂ فاتحہ ہے۔ جس کو سورۂ عظیمہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہی سورت فرقان حمید کی بے نظیر تعلیمات کا خلاصہ ہے۔ اور اس آوارہ وطن نے قرآن حکیم کی انہیں حکیمانہ اور امنیت خواہانہ تعلیمات کو اس تفسیر میں اور تفسیر مفصل فاتحہ اور اپنی دیگر تصانیف میں دور حاضر کی اصطلاحات کے طرز پر تبلیغ کی ہے۔ (باقی)

معذرت۔ خیال تھا کہ اس مرتبہ یہ رسالہ پورا شائع کر دیا جائے مگر باوجودیکہ آٹھ صفحے اس اشاعت میں زیادہ کئے گئے پھر بھی ارادہ میں کامیابی نہ ہوئی۔ بہر حال تمہید ختم ہو چکی ہے۔ اب آئندہ اشاعت میں انشاء اللہ سورۂ فاتحہ کی تفسیر شائع ہو گی۔ اور کوشش کی جائیگی کہ ایک ہی مرتبہ تمام شائع کر دی جائے۔ (مدیر)

حکومت الٰہی - شریعت مطہرہ کی بلندی و برتری عروج و ترقی مسلم کے جذبات - حریت وطن کے صادق ولولے پیدا کرنا

رسالہ قائد کا مقصود اعظم ہے

آپ قائد کی آواز ہر اونچے محل - ہر کچے جھونپڑے میں پہنچا دیجئے - یہ امن عالم اور روح انسانی کے اطمینان وسکون کا مبلغ ہے - نوع انسان کو فلاح وبہبود کی شاہراہ دکھاتا ہے اور ابدی کامیابی کی بشارت دیتا ہے

مندرجہ ذیل نمبروں کے خریدار صاحبان اپنا چندہ اس مہینہ میں ارسال فرمائیں - ماہ صفر میں انکی مدت خریداری ختم ہو چکی ہے - یا وی - پی روانہ کرنیکی اجازت دیں - نیز کم از کم پانچ نئے خریداروں کا چندہ بھیجکر تبلیغی شرف حاصل کریں (مینیجر)

۲۰	۷۵	۱۱۷	۱۷۷	۲۲۳	۲۴۰	۲۵۷	۲۹۷
۲۳	۷۶	۱۱۸	۱۸۱	۲۲۵	۲۴۱	۲۵۸	۲۹۸
۲۵	۸۰		۱۸۳	۲۲۴	۲۴۲	۲۵۹	۲۹۹
۲۶	۸۲	۱۱۹	۱۸۴	۲۲۶	۲۴۳	۲۶۰	۳۰۰
۲۸	۹۶	۱۲۳	۱۹۸	۲۲۹	۲۴۴	۲۸۳	۳۰۱
۴۳	۹۲	۱۲۴	۱۹۹	۲۳۰	۲۴۵	۲۸۵ ۲۸۶	
۴۹	۹۵	۱۳۲	۲۰۶		۲۴۷	۲۸۷	۳۲۱
۵۲	۹۷	۱۳۳	۲۱۰		۲۴۸	۲۸۸	۳۳۶
۶۴	۱۰۲	۱۶۳	۲۱۲	۲۳۳	۲۴۹	۲۹۰	۳۳۷
۵۸	۱۰۵	۱۵۶	۲۱۵	۲۳۴	۲۵۰	۲۹۱	
۶۰	۱۱۰	۱۵۹	۲۱۶	۲۳۵	۲۵۲	۲۹۲	۳۴۸
۶۲	۱۱۱	۱۶۰	۲۱۷	۲۳۶	۲۵۳	۲۹۴	۳۴۹
۶۳	۱۱۲	۱۶۱	۲۱۸	۲۳۷	۲۵۴	۲۹۵	۳۵۰
۷۴	۱۱۶	۱۶۴	۲۱۹	۲۳۸	۲۵۶	۲۹۶	۳۶۲

۳۶۵ — ۳۶۶ — ۳۷۱ — ۳۷۹ — ۳۸۰ — ۵۲۷ — ۵۳۰ — ۶۸۴ — ۶۹۳ —

مصلح اعظم (بقیہ صفحہ ۴)

کے دربار میں اپنی مہیب اور پر جلال آواز سے گرجے جس سے فضائے عالم ابتک معمور ہے۔

اسی دوران کے اس واقعہ کو بغور دیکھو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسا ذہنی انقلاب پیدا کیا! اور اپنے جانشینوں کے دل میں کیسی بیداری اور زندگی کی روح پھونکدی، حضرت عمرؓ نے امیر لشکر سعدؓ کے پاس لکھا کہ بادشاہ فارس کو اللہ کا پیغام پہنچاؤ اور اسلام کی دعوت دو۔ چنانچہ حضرت سعدؓ نے عمروؓ بن معدی کرب الزبیدی اور اشعث بن قیس الکندی کو مجاہدین اسلام کے ایک گروہ کے ساتھ خدائی مذہب پیش کرنے کیلئے روانہ کیا، جب یہ حضرات رستم کے پاس پہنچے تو اسنے سفیہانہ لہجہ میں کہا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ دوران گفتگو میں صحابہ کرامؓ نے رستم سے نہایت دلیری کے ساتھ فرمایا کہ ہمارے نبی نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ ہم تمہاری زمین پر غالب ہوکر رہیں گے رستم نے یہ سنکر ایک ٹوکرا مٹی کا منگوایا اور کہا کہ ہماری زمین سے یہ تمہارا حق ہے جسکا تمہارے نبی نے وعدہ کیا ہے۔ جھٹ عمرو بن معدی کرب نے بڑھکر اپنی چادر بچھادی اور مٹی کو فوراً اپنی چادر میں رکھ لیا، اور چلتے ہوئے۔ اس پر ان سے سوال کیا گیا کہ آپنے ایسا کیوں کیا؟ جواب دیا کہ تفاولت بان ارضهم تصیر الینا و نغلب علیها۔ میں نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ انکی تمام زمین ہمارے قبضہ میں آویگی۔ اور اسپر ہم غالب ہوکر رہینگے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ان صحرانشین عربوں کے قدم سے ایرانی سلطنت کا تاج روندا گیا اور اس کا عبرتناک خاتمہ اس طرح ہوا کہ آجتک کسریٰ کی بادشاہت کا پھر نشان نہ نکلا۔

قادسیہ کی لڑائی ختم ہونیکے بعد جبکہ عرب و عجم کی نبرد آزمائیوں کا نتیجہ نکل چکا تھا، شکست خوردہ ایرانی فوج میدان چھوڑکر مقام مدائن میں پناہ گزیں ہوکر جنگی تیاریوں میں مصروف ہوگئی۔ ادہر اسلامی لشکر بھی دجلہ کے کنارے مدائن کے مقابل میں آکر مقیم ہوا، جب حضرت سعدؓ کو ایرانی سازش کی خبر لگی تو آپ نے بھی تیاری کرکے دریائے دجلہ کے عبور کا حکم دیدیا اور پہلے خود ہی بسم اللہ کہکر اپنا گھوڑا دجلہ کی طوفانی امواج میں ڈالدیا، پھر کیا تھا تمام لوگوں نے اپنے اپنے گھوڑے اسی اللہ کا نام جپکر اپنا گھر بار قربان کرکے آئے تھے دجلہ میں ڈالدیا۔ اور بالکل صحیح و سالم پار ہوکر مدائن میں داخل ہوئے، جب ایرانیوں نے یہ کیفیت دیکھی تو خوف و ہراس کی وجہ سے دیوان آمدند دیوان آمدند کہہ کہہ کر چلانے لگے۔

سوال یہ ہے کہ دجلہ جیسے ذخار و مواج دریا کو عربوں نے کیسے عبور کیا؟ کیا ان کے گھوڑے طلسمی تھے، یا مال و دولت کی طمع سے متاثر ہو کر دجلہ کو پار کر دیا، جس کی چوڑائی و پہنائی دیکھکر انسانی قلوب لرز جاتے ہیں، نہیں اور ہرگز نہیں۔ یہ صرف اسی مصلح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح و انقلاب کا فسون تھا جس سے ان کے دلوں میں جذبات و ولولوں کے انگنت سمندر لہریں لے رہے تھے، جن کے سامنے دجلہ اور اسکی ہیبتناکی کی کوئی حقیقت نہ تھی، کیونکہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اسوقت لشکر اسلام کو مخاطب کر کے فرمایا:- یا معشر المسلمین ان اللہ ذلل لکم البحر کما ذلل لکم البر اما والذی بیدہ نفس سلمان لیخرجن ولیعدلن،

میں نے اپنے دعوے کی دلیل میں چند مجاہدانہ مثالیں پیش کی ہیں اور بقیہ چیزوں کو چھوڑ دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اصلاح انسانی کے لئے زیادہ زور اسی بات پر دیا ہے کہ انسانی دل و دماغ میں جہاد کی اسپرٹ پیدا کی جائے! خوف غیر اللہ کو دلوں سے نکال دیا جائے قرآن مجید احادیث قدسیہ کی ورق گردانی کرو تو تم کو معلوم ہو جائیگا، کہ اسلام کی اصلی تعلیم اور روح صرف یہ ہے کہ مسلمان کی موت و حیات صرف خدا کیواسطے ہے۔ وہ سوائے اللہ کے کسی چیز سے خائف اور متاثر نہیں ہوتا۔ اسکا فرض ہے، وہ خدائی پیغام اسلام کو دنیا کے ہر گوشہ میں پھیلائے، اگر اس میں کوئی طاقت مزاحم ہو تو اس سے جہاد کرے، اور اس طاقت اور اسکی شوکت، اسکا دبدبہ اس کے سامنے معمولی چیز سے زیادہ وقعت نہ رکھے۔ یہی اسلام کی اصلی روح ہے۔ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں پھونکدیا تھا، جس سے ایسا جزم و ثبات پیدا ہو گیا تھا کہ جس چیز کی طرف توجہ فرماتے سر کر لیتے۔ (والحمد للہ)

(قاضی ابو المعالی عبد الحفیظ اطہر المبارکپوری)

آنیوالے انقلاب کی تصویر جس میں مندرجہ ذیل عنوانات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے:-
سائنس جدید اور تباہی عالم - اقتصادی مشکلات، بڑھتا ہوا افلاس - یورپ کے پاس دولت کہاں سے آئی عروج یورپ کا اثر اسلامی ممالک پر - یورپ اور مسلمانوں کی موجودہ حالت - کیمونزم - سوشلزم وغیرہ - اقتدار مسلم اور اشتراکیت - آزاد ہندوستان کی حیثیت، آزادی ہند کے بعد علماء ہند اور ذوق انقلاب - ہم ہندوستان میں کیا چاہتے ہیں - ہندوستان سے افلاس کس طرح دور کیا جا سکتا ہے - کانگریس کے اساسی اصول، ہندوستان مدبرین، سرکاری ملازمتیں، اسمبلی کی نشستیں وغیرہ وغیرہ قیمت صرف ۸ر کتب خانہ فخریہ مراد آباد سے طلب کیجیے

سیاسیات کے متعلق مفکرین و مدبرین سیاست کی بلند پایہ تصانیف

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اور سیاسی انقلاب

اسلام اور سوشلزم

مولانا محمد میاں صاحب کی معرکۃ الآرا اور عجیب و غریب تصنیف ہے جو اپنے موضوع پر پہلی کتاب ہے جس میں اسلام اور سوشلزم۔ عقیدہ رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کا اثر سیاسیات عالم پر۔ عقیدہ توحید کی سیاسی تشریح اور اسکا اثر سیاسیات پر وغیرہ وغیرہ عنوانات پر نہایت کامیاب اور دلچسپ بحث کیگئی ہے

قیمت صرف ۵؍

اپنے موضوع پر سب سے پہلی نہایت جامع کتاب

آسمانی حکومت کی تصویر

از حضرت علامہ غازی مولانا محمد بن عبد اللہ منصور انصاری۔ عجیب و غریب کتاب ہے۔ اسلامی اصول کے اعتبار سے بادشاہ۔ صدر اعظم۔ پارلیمینٹ خلافت۔ امارت وغیرہ کی تشریح کی گئی ہے اپنے موضوع پر سب سے پہلی کتاب ہے۔ کتابت، طباعت عمدہ۔

قیمت صرف ۳؍

سیاسیات کے متعلق بہترین کتاب جس کا انتظار تھا

حکومت خود اختیاری

مصنفہ عالی جناب سید طفیل احمد صاحب سابق ایم۔ ایل سی سیاسیات کے متعلق بے نظیر کتاب مانی گئی ہے۔ ہندوستان میں برطانوی سیاست کی مستند تاریخ ہے جس کے ہر ہر لفظ کی تصدیق سر برآوردہ انگریزوں کے اقوال یا کمیٹیوں کی رپورٹ سے کی گئی ہے۔ کاغذ بہت بہتر طباعت اعلی صفحات ۲۵۲ سائز ۲۰×۳۰/۱۶

قیمت صرف عہ علاوہ محصول

مسلمانوں کا

روشن مستقبل

ہندوستان بالخصوص مسلمانان ہند کی تین سو سالہ مذہبی سیاسی، تعلیمی تاریخ کا مجموعہ۔ مصنفہ مولانا سید طفیل احمد صاحب (علیگ) کتاب دس ابواب پر مشتمل ہے۔ حقیقتاً فاضل مصنف نے اس کتاب میں مسلمانان ہند کے عروج و زوال کا اس بہترین انداز میں نقشہ کھینچا ہے کہ جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ حجم ۶۰۸ صفحے سائز ۲۰×۳۰/۱۶ قیمت ڈھائی روپے۔

پر اسرار معمہ

مسٹر محمد علی جناح کا پر اسرار معمہ اور اس کا حل۔ از سیدنا شیخ الہند حضرت علامہ مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی۔ قیمت ۱؍ ڈھائی آنہ کے ٹکٹ آنے پر ارسال کیا جائیگا۔

کتب خانہ فخریہ امروہیہ گیٹ مراد آباد

مقاصد رسالہ

الف۔ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام اور بالخصوص اصحاب صفہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مبارک اور مستند حالات پیش کرکے مسلمانوں کی مذہبی سیاسی اور اقتصادی یعنی مالی جنسی اور تجارتی اصلاح۔

(ب) تاریخ عالم اور اقوام دنیا کے عروج و زوال کے فلسفہ اور وجوہات پر بحث کرکے مسلمانوں میں جذبات ترقی و عروج پیدا کرنا۔

(ج) عربی طلبہ میں عربی زبان کا مذاق پیدا کرنا۔

(د) ہندوستان و ممالک عرب میں صحافتی رابطہ قائم کرنا۔

علماء کرام اور طلبہ کو مژدہ!

عربی زبان میں مضمون نگاری کی ضرورت کا احساس عرصہ سے کیا جا رہا ہے۔ رسالہ قائد نے بنام خدا اس ضرورت کے پورا کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ چنانچہ کم از کم دو ورق اس مقصد کے لئے خاص رہیں گے۔ جن میں عربی مضامین اور عربی اشعار ہوں گے۔ حضرت علامۃ الحاج مولانا محمد اعزاز علی صاحب ادیب و حضرت مولینا عبد الحق صاحب مدنی مدیر جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد اس حصہ کی خصوصیت سے سرپرستی فرمائینگے

انصاری گھٹی

بچوں کو تندرست بناتی ہو اُن کے تمام امراض کا لاثانی علاج ہے۔ تمام گھٹیوں سے زیادہ مفید اور ارزاں — !! قیمت فی شیشی صرف ۳ر

انصاری دواخانہ فیل خانہ مراد آباد

عکسِ ارشاداتِ مبارکہ

سیدنا شیخ الاسلام مجاہد جلیل حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی دام ظلہم سرپرست رسالہ قائد

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

میں نے رسالہ قائد کے بعض بعض مضامین دیکھے مجھکو معلوم ہے کہ اسکے کارکنوں سے واقف ہوں۔ سب کے سب ماشاء اللہ ماہرین علم و فضل اور صحیح الخیال مخلص اور اہل کمال افراد ہیں۔ انہیں میں سے بہت سے حضرات نے خدمات ملیہ اور دینیہ میں عالی ہمتی کے ساتھ بہت سی قربانیاں بھی دی ہیں مجھکو قوی امید ہے کہ قوم مسلم اور تمام ہندوستانیوں کیلئے ان حضرات کی یہ رسالہ کی رہنمائی نہایت صحیح اور بہت زیادہ مفید اور کارآمد ہوگی۔ میں تمام ہندوستانیوں اور بالخصوص مسلمانوں سے پرزور اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کی ہمت افزائی کریں اور اسکی خدمت میں بیش از بیش حصہ لیکر اپنے فرائض سے سبکدوشی حاصل کریں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالی اسکو بیش از بیش توفیق عمل اور توفیق اصلاح اور ترقی کی جزا عنایت کرے بجاہ سید المرسلین آمین۔ وباللہ التوفیق

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ
۱۶ - ربیع الاول ۱۳۵۰ھ

ترسیل زر و رقوم کا پتہ
مولوی حکیم انظار احمد فیل خانہ مراد آباد

(مولوی سید محمد میاں پرنٹر و پبلشر نے شاہی برقی پریس میں چھپوا کر شائع کیا)

محررہ دار الکتابت مراد آباد

مستقل عنوانات

جن کے ماتحت مستند اور دلچسپ مضامین ہر رسالہ میں آتے رہیں گے

(۱) تعلیمات فرقان و احادیث
(۲) ترجمہ تفسیر ابن کثیرؒ
(۳) سیرت حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم
(۴) تاریخ عالم
(۵) سیرت صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین
(۶) سیرت اصحاب صفہ رضوان اللہ علیہم اجمعین
(۷) تاریخ اسلام
(۸) فقہیات یعنی دینی مسائل کے سلسلہ میں حضرت علامہ ابو الفضل مجد الدین عبد اللہ موصلی متوفی ۶۸۳ھ کی مشہور مگر نایاب اور قلمی کتاب "المختار للفتوی مع ترجمہ و حاشیہ"
(۹) نادر اور قلمی کتابوں کی اشاعت
(۱۰) سیاسیات مسلم
(۱۱) اقتصادیات مسلم
(۱۲) سیاسیات حاضرہ
(۱۳) سیاسی روزنامچہ
(۱۴) فلسفہ ایمان
(۱۵) علمی اور اصلاحی افسانے
(۱۶) ادبیات
(۱۷) زنات العرب یعنی تازہ بتازہ عربی اشعار اور مضامین
واللہ الموفق والمعین

تصدیق کے لئے نمونہ طلب فرمائیے!
(پتہ صاف تحریر فرمائیے!)

معجون تحفہ زخشیرز

جملہ امراض کے لئے اکسیر ہو دماغ اور قلب و جگر جملہ اعضاء رئیسہ اور اساک و قوت باہ کے لئے بے نظیر ہے۔ مجربات اطباء کے سینہ بسینہ نسخوں کا انمول موتی ہے قیمت قسم اول بیس روز خوراک ۱۲ روپیہ قسم دوم ۱۳ روز خوراک ۱۳ روپیہ
انصاری دواخانہ فیل خانہ مراد آباد

Only Title Printed at JALALI ART PRTG. WORKS, MURADABAD.